بسم الله الرحمن الرحيم

اوائل اسلام کے
مثالی نوجوان

تألیف : محمد علی چنارانی

ترجمہ نگار : سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح : ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

چنارانی ،محمدعلی،۱۳۳۸۔
[جوانان نمونہ صدر اسلام. اردو] ۔اوائل اسلام کے مثالی نوجوان/تالیف؛محمدعلی چنارانی؛ ترجمہ نگار؛سید مجاہد حسین نقوی
تصحیح؛دکتر حیدر رضا ضابط. مشہد: بنیاد پژوھشہای اسلامی،۱۳۹۱ ۔۱۲۰ ص۔
ISBN 978 - 964 - 971 - 584 - 1 فیپا ۔
۱۔ صحابہ ۔ سرگذشت نامہ ۔ ۲ ۔جوانان و اسلام
الف۔نقوی،سید مجاہد حسین،مترجم.ب . ضابط حیدر رضا ، ۱۹۵۸۔ م. مصحح Zabeth Hyder Reza
ج. بنیاد پژوہشہای اسلامی. د عنوان
۹۰۴۶ ج ۹ ج /۲۸/۶ BP ۲۹۷/۹۴
کتابخانہ ملی جمہوری اسلامی ایران ۳۰۳۴۵۱۶

اوائل اسلام کے مثالی نوجوان

محمد علی چنارانی

مترجم: سید مجاہد حسین نقوی

تصحیح : ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

طبع: اول ۲۰۱۳/۱۳۹۱ تعداد ۱۰۰۰ /قیمت ۲۳۰۰۰ ریال
مطبع: مؤسسہ چاپ و انتشارات آستان قدس رضوی
www.islamic-rf.ir info@islamic-rf,ir

حق چھاپ محفوظ ہے

فہرست

دیباچہ ۹

اصحاب پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات ۱۳

۔۱۔ حضرت علی علیہ السلام تاریخ کی عظیم شخصیت ۱۶

حضرت علیؑ کی بستر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاںثاری ۱۹

غزوہ بدر ۲۰

غزوہ احد ۲۰

غزوہ خندق ۲۲

فتح خیبر ۲۳

فتح مکہ ۲۴

۔۲۔ ابان، عالم نوجوان ۲۶

مرد سیف وقلم ۲۸

والی بحرین ۲۹
۳۔ ابی بن کعب، ذہین جوان ۳۱
ابی بن کعب اور دروس قرآن ۳۴
اُبی اور بعد از رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات ۳۵
۴۔ ابوقتادہ انصاری، دلاور نو جوان ۳۷
ابوقتادہ حضرت علیؑ کے ساتھ ۳۹
۵۔ بلال حبشی، مثالی مقاومت ۴۱
۶۔ براء بن عازب، نوجوان فداکار ۴۴
جنگی محاذوں پر حاضری ۴۴
حضرت علیؑ کے ساتھ ۴۵
راوی ولایت ۴۷
۷۔ خالد بن سعید، شریف نوجوان ۴۹
ایک فیصلہ کن خواب ۵۰
ہجرت حبشہ ۵۳
کاتب پیغمبر اکرمؐ ۵۴
یمن میں مامور ہونا ۵۵
حضرت علیؑ کے ساتھ ۵۵

اعلیٰ انجام ۵۶

۸۔خبّاب بن اَرَتؓ،فولادی نوجوان ۵۷

۹۔زید بن حارثہ، وہ نوجوان جو ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا..... ۶۰

۱۰۔عباد بن بشر،نوجوان باایمان ۶۲

۱۱۔جابر،نوجوان پیام رسان ۶۴

علم ودانش سے سرشار جابر ۶۵

خاندان رسالت سے وابستگی ۶۶

جابر کی نظر میں اولی الامر ۶۷

جابر کا معاویہ سے انعام نہ لینا ۶۹

پیام رسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷۰

امام حسینؑ کا پہلا زائر ۷۱

ستارہ درخشان کا غروب ۷۵

۱۲۔نوجوان سخن ور،جعفر طیار ۷۶

شہادت جعفر بن ابیطالب ۸۱

۱۳۔نوجوان،مقام یقین پر ۸۴

۱۴۔مدینے کے نوجوان اور عمرو بن جموح کا بت ۸۶

۱۵۔حنظلہ بن ابی عامر پرندۂ مہاجر ۸۹

۱۶۔ثوبان نوجوان عاشق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم............۹۳

۱۷۔عبداللہ بن عبداللہ اُبی ،شجاع نوجوان....................۹۵

۱۸۔عبداللہ بن مسعود، منادی قرآن ۹۸

۱۹۔عبداللہ مُزنی ،روشن دل نوجوان.......................۱۰۲

آخری تمنا ۱۰۵

۲۰۔عمارہ بن زیاد، جانثار نوجوان..........................۱۰۷

۲۱۔مصعب بن عمیر،نوجوان مبلغ ۱۰۸

۲۲۔معاذ بن عمرو،مرد جنگجو ۱۱۲

۲۳۔یزید بن حاطب،سعادت مند نوجوان.................۱۱۳

۲۴۔ایک نوجوان کی شبانہ مناجات..........................۱۱۴

کتاب نامہ ۱۱۶

دیباچہ

جہانِ ہستی میں بے نظیر و بے مثل شخصیتیں چمک دَمک رہی ہیں، وہ ایسی ہیں کہ اپنے مستحکم ارادوں کے ساتھ، جدو جہد کو اپناتے ہوئے، انسانی زندگی کے راستوں کو اور اُن کی تہذیب و تمدن کو دگرگوں بنا کر رکھ دیا. یہ افراد ظاہراً ایک جیسے تھے مگر اُن کی روح دوسروں سے بلند و اعلیٰ تھی۔

اِن بے مثل افراد نے اپنے زمانے کی تاریخ کو ہمیشہ کیلئے روشن کر دیا۔ سیاسی طریقے سے گمراہی اور بے عقلی کے خلاف مقابلہ کیا۔ تعلیمات آسمانی کے ساتھ تفکر و تدبرِ روشن سے، مرد و خواتین کے لئے بہتر زندگی گذارنے کا نیا راستہ نمایاں کیا اور ایک بہترین اور بلندترین ماحول فراہم کیا۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ عالم و فاضل انسان اپنے زمانے میں بھی سر بلند تھے بلکہ ملتوں کی تاریخ میں ہمیشہ کیلئے زندہ و جاوید بن چکے ہیں۔

تاریخ اسلام بالخصوص تاریخ تشیع میں یہ مثالیں اور یہ شخصیتیں بہت زیادہ موجود ہیں، اسکے باوجود اُفسوس سے کہنا پڑتا ہے، بے شمار ایسے چہرے تاریخ کے تاریک خانوں میں گمشدہ ہیں، اسلیئے ضروری ہے اُن کا اور اُن کے تفکرات کی پہچان کر کے، دوسروں کو اُن سے آگاہ کرائیں۔

انسانوں کے تفکرات وجذبات کا مطالعہ کر کے ہم اِس حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں کہ بہت سے کردار، گفتار اور افکارِ انسانی کی تقلید کی بنا پر ہوتا ہے۔ کردار سازی کا یہ طریقہ کار ساری زندگی کے دوران بالخصوص نوجوانی یا جوانی میں دیکھنے میں آتا ہے اِس بنا پر اگر ہم چاہیں تو اُس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ نوجوان یا جوان عمداً یا غیر عمدی طور پر شخصیتوں اور اُن کے طریقوں کو اپنے لئے مثال بناتے ہیں۔ کیونکہ نوجوان اپنی روح کے ساتھ ہمیشہ فکری اور معنوی تبدیلیوں کیلیئے آمادہ رہتا ہے تا کہ اُس ہدف ومقصد اور طور طریقوں تک پہنچ سکے اور اُن میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ بزرگوں کی شجاعت، الٰہی نمائندوں، پیامبروں اور اولیاء اللہ کی زندگیوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اُن کی علمی، تمدنی اور سیاسی زندگی کا مطالعہ بھی ہو سکے۔

اگرچہ اس مرحلہ میں بھی ضروری ہے کہ غلط افراد کے انتخاب اور منفی تفکرات کی جانب توجہ رکھنی چاہیئے، منحرف اور بے راہ روی کے راستوں سے نوجوانوں کو روکنا چاہیئے اور اُن کو الٰہی راستوں، واقعی اور حقیقی شخصیتوں اور پاک چہروں کا، نوجوانوں کے آگے تعارف کروانا چاہیئے

اس بنیاد پر، ہم نے اِس تحریر میں اُن اہداف ومقاصد کو آشکار کیا ہے کہ جس سے نوجوانوں کی اسلامی شخصیت اور رشد کو نکھار سکیں اور بنا سکیں، اِس طریقے سے گرچہ قلیل وسائل ہی کیوں نہ ہوں، دشمنان اسلام وانقلاب کے نقصانات جو کہ شخصیتوں کی تحقیر کے ذریعہ مسلمانوں تک پہنچا رہے ہیں اُن کی تلافی کر سکیں اور اُن حملوں کو جو مسلم نوجوانوں کی شخصیت کو تباہ کرنے کے

لئے، اپنے منحرف تمدن کورواج دے رہے ہیں، بے نقاب کرسکیں۔

ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر تسلط حاصل کرنے اور اُن کو خاموش بنانے کیلئے، مسلمانوں کے معنوی و مادی سرمایہ سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے، مختلف راہ وروش اختیار کررہے ہیں تاکہ سب سے پہلے مسلمانوں کے ایمان کو تباہ کرسکیں اور اسکے بعد اپنی جھوٹی اور پُر فریب مثالوں کو عظیم القدر اسلام میں داخل کرکے، اپنے اہداف و مقاصد حاصل کرسکیں۔

اسی وجہ سے مکتب اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وائمہ طاہرین علیہم السلام کے ذریعہ سے پرورش پانے والے اشخاص، مرد ہوں یا زن، ان عظیم شخصیتوں کو دقیق نگاہوں سے پہچانیں کیونکہ یہ اسلام و مذہب کی پہچان کی بہترین مثالیں ہیں۔

آخر میں خود پر فرض سمجھتا ہوں، حجۃ الاسلام والمسلمین حاج آقای الہی خراسانی، مدیر اعلیٰ اسلامی تحقیقاتی مرکز، آستان قدس رضوی کا تشکر اور قدردانی کروں اور اسی طرح متن کی تصحیح کرنے والے آقای اصغر سرابی اور اس متن کو جانچنے والے آقای غلام علی نژدہ، آمادہ سازی متن، آقای رضا ارغیانی، ٹائپ اور کمپوز کرنے والے آقای احمد پہلوان زادہ اور کتاب کے ٹائیٹل صفحہ کو تیار کرنے والے آقای ابراہیم بصری اور آقای عزیزانی اور تمام حضرات جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے مختلف مراحل میں کوششیں کیں، کا تشکر اور سپاس گذار ہوں۔

محمد علی چنارانی

حوزہ علمیہ مشہد مقدس

اصحاب پیامبر اکرمؐ کی خصوصیات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی زندگیاں ایک ایسا بزرگ ترین اخلاقی، علمی اور تہذیبی خزانہ ہے جو مسلمانوں کے اختیار میں ہے کیونکہ جب شجرہ رسالت ہرا بھرا ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے افراد کی تہذیب و تعلیم کے ساتھ پرورش فرمائی تو بزرگ ترین شیریں ترین میوہ، مرد و خواتین کی صورت میں، ایک ایسا ایمانی گروہ سامنے آیا جو کہ اخلاص و خلوص اور وفا کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے اور اس کے بعد وہ ترویج اسلام کیلئے جدوجہد کرنے لگے اور اپنے جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے کو مستحکم بنانے کی خاطر فدا کرنے لگے، قرآن مجید اس گروہ کے بارے میں فرماتا ہے ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (۱)

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو اُنکے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں آپس میں مہربان ہیں اُن کی حالت کو رکوع و سجود میں مشاہدہ کریں وہ اللہ کے فضل و رضا کے طالب ہیں اُنکی پیشانیوں پر سجدے کے اثر نمایاں ہیں۔

۱۔ الفتح/۲۹

ایک اور آیہ شریفہ میں فرمایا ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ (۱)

مومنین میں سے لوگوں نے اللہ کے ساتھ عہد و قرار باندھا ہے، صادقانہ عمل کرتے ہیں یہ گروہ جب بھی دعوت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنتے ہیں تو لبیک کہتے ہوئے اُن سے ملحق ہو جاتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ﴾ (۲) ''پروردگار! ہم نے اُس کی ندا کو سنا جو ایمان خدا کی دعوت دے رہا ہے ہم نے لبیک کہا اور ایمان لے آئے '' صحابہ اور یاور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں میں ایمان کا درخت لگایا جو تھوڑی سی مدت میں سرسبز ہو کر رنگارنگ اور شیریں میوے دینے لگا اور اُنکی زندگی میں فضائل اخلاقی، انسانی خوبصورتی رُشد و نمو کرنے لگی، یہاں تک کہ اُن میں تقویٰ، پرہیز کاری، فداکاری، جانبازی، صبر و بردباری، محبت و الفت، عزم و ارادہ، عشق بلقاء اللہ کے مظہر بن گئے ، دُنیا کی محبت سے دُوری اختیار کر کے، جہان کو اپنے نور سے منور کیا۔

البتہ اِس راستے میں اُس حقیقت سے آنکھیں نہ چرائی جائیں کہ عالی و برجستہ صفاتِ انسانی سب صحابہ و انصارِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ میں موجود نہ تھے اور اُنکی زندگی سراسر فضائل سے بھری ہوئی نہ تھی کیونکہ قرآن مجید، اِس بارے میں شہادت دیتا ہے کہ اُن میں سے بعض منافق ،دو چہرے والے، شرک کی طرف متمائل اور سست عقیدہ رکھنے والے بھی موجود تھے

۱۔ الاحزاب/۲۳

۲۔ آل عمران/۱۹۳

اسلئے اِس بنیاد پر ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ صحابی رسول اکرمؐ ہونا، علمیت وفضلیت وعدالت اور برتری کے ہونے کا سبب بنتا ہے تاکہ اُن کے کردار و گفتار کو محترم سمجھا جائے، اگر یہ افراد، معلم بزرگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ ہوتے تو وہ کبھی بھی کسی خطا اور اشتباہ کو انجام نہ دیتے۔

لیکن اس حقیقت کو قبول کرنا ہوگا کہ نفوس مستعد اور سرزمین شائستہ، بزرگ نفوس کو پرورش دیتی ہے اور وہ اُن سے اخلاق اعلیٰ اور صفات زیبا حاصل کرتے ہیں، لیکن اُن عوامل سے غفلت نہیں کیا جاسکتا جو تباہ و برباد کرنے والے اور غرائز نفسانی سے متعلق ہوتے ہیں کیونکہ یہ عوامل بہت تیزی اور قوت سے، آثار تربیت کو ختم کردیتے ہیں اور انسان کو دَور جاہلیت کی طرف پلٹا دیتے ہیں۔ تو اِس بنا پر ہم تمام صحابہ کو ایک نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے، بلکہ اُن میں سے ہر ایک کے کردار و گفتار پر توجہ دیتے ہوئے، نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام تاریخ کی عظیم شخصیت

جوانوں میں سے ایک مثالی جوان، جس کی عظیم الشان شخصیت کسی بھی تعارف کا محتاج نہیں ہے اور اُنکی پیروی دوسروں کیلئے، سعادتوں کی منزلوں کا حصول ہے، وہ تاریخی شخصیت علیؑ ہیں جن کی عظیم المرتبت خدمات کی مثال، تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ آغازِ حیات سے ہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں، رات کو رات اور دن کو دن نہیں سمجھا اور ہر میدان میں حاضر ہوکر کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ اِس وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو بہت عزیز رکھتے تھے. حضرت علی علیہ السلام کے بعض کارہائے نمایاں کو ہم اِن صفحات کی زینت بناتے ہیں۔

حضرت ابوطالب کے فرزند علیؑ عرب کے مشہور معروف قبیلے ''قریش'' سے ہیں آپؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن عبد مناف، ایک باشخصیت خاتون، خاندان ہاشمی میں سے ہیں اِسی وجہ سے علیؑ بزرگ ترین نوزاد، والد اور والدہ کی طرف سے ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں (۱)

حضرت علی علیہ السلام معجزانہ انداز سے خانہ کعبہ میں متولد ہوئے اور یہ افتخار حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی فرد کو حاصل نہیں ہوا، اور یہ ہی نہیں بلکہ تولد کے بعد تین دن تک اپنی والدہ کے ہمراہ بیت اللہ میں ہی رہے، اس کے بعد آپؑ کی والدہ اِس مکان مقدس سے

۱۔ بحارالانوار، ۶۸/۳۵؛ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ۶/۱

اِس حالت میں باہر تشریف لائیں کہ اُن کی آغوش، آپؑ کے وجود مقدس سے مزین تھی۔

حضرت علیؑ کی خانہ کعبہ میں عظیم الشان ولادت سے متعلق کافی تعداد میں تاریخی ماخذ اور مدارک موجود ہیں (۱)

جناب ابوطالب، حضرت علی علیہ السلام کے والد بزرگوار نے، اُن دنوں جب اسلام غربت میں تھا اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مشکلات ایجاد کر رکھی تھیں لیکن اُنھوں نے اسلام کا دفاع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ، یہاں تک کہ بعثت کے دسویں سال آپؑ نے اِس جہان فانی کو الوداع کہا. جناب ابوطالب کی رحلت کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریک حیات حضرت خدیجہ علیہا السلام بھی دُنیا کو الوداع کہہ گئیں. حضرت ابوطالب علیہ السلام ہی کی زندگی میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ہی گھر میں لے آئے تھے اور آپؐ ہی کے زیر سایہ، رُشدو تربیت کے مراحل طے کرنے لگے (۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر غار حرا میں، حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبری عطا ہوئی تو اُن دنوں حضرت علیؑ کی عمر دس سال تھی، جب اِس واقعہ کی خبر ملی تو آپؑ پہلے مرد تھے کہ جنہوں نے رسولؐ اللہ کی دعوت پر لبیک کہا اور اسلام کا اعلان کیا (۳)

۱۔ مستدرک حاکم، ۴۸۳/۳؛ کفایۃ الطالب، ۲۶۰؛ الغدیر، ۲۲/۶۔

۲۔ اصول کافی، ۳۲۴/۲؛ الغدیر، ۳۳۰/۷؛ بحار الانوار، ۱۶/۳۵۔

۳۔ تاریخ طبری، ۲۱۲/۲؛ الغدیر، ۲۲۰/۳؛ بحار الانوار، ۲۶۲/۳۸؛ احقاق الحق، ۹۴/۷۔

اللہ تعالیٰ کے رسول تعین ہونے کے بعد تین برس تک آنخضرتؐ نے اسلامی دعوت کو آشکار نہ کیا۔ بعثت کے تین برس بعد جب اللہ تعالیٰ کا فرمان آیا کہ سب کو اسلام کی دعوت دیں تو سب سے پہلے آنخضرتؐ نے اپنے رشتے داروں کے لئے ایک ضیافت کا اہتمام کیا اور دین خدا کی دعوت دی اور ضیافت میں آپؐ نے اُن سب سے فرمایا:

" اے اولاد عبدالمطلب ، اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انسانوں کی رہبری کیلئے منتخب کیا ہے لیکن ابھی خصوصاً آپ اولاد عبدالمطلب کیلئے مجھے فرمان دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے رشتے داروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈراؤں اور انہیں متنبہ کروں" (۱)

۱۔ البقرہ / ۲۱۴ ؛ تفسیر فرات / ۱۱۲

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس ضیافت میں اس اعلان کو تین مرتبہ تکرار کیا.حضرت علیؑ کے علاوہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی دعوت پر کسی نے جواب نہیں دیا، علیؑ اِس وقت تیرہ برس کے نوجوان تھے تو اُس گھڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا علیؑ تم میرے بھائی، جانشین، وارث اور وزیر ہو (١) حضرت علیؑ نے اپنی گراں قدر زندگی کے آخری لمحہ تک راہ اسلام اور اُس کی ترقی کیلئے ،فراوان زحمتوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور جدو جہد کا راستہ نہ چھوڑا، تاریخ اسلام نے اُن لاتعداد واقعات کو اپنے صفحات میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔اُن میں سے بعض کو ہم اِن صفحات کی زینت بناتے ہیں:۔

ا ۔حضرت علیؑ کی، بستر رسولؐ اکرم پر جانثاری

شب جمعرات، یکم ربیع الاول، بعثت کا چودھواں سال، قریش کے سرداروں نے اپنے بنائے ہوئے منصوبہ کے مطابق پختہ ارادہ کیا،تا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، قتل کر دیں۔اِس خاطر ہر ایک قبیلے سے ایک شخص کو منتخب کیا گیا تھا تا کہ رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کیا جائے اور آپ کو شہید کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے کہا: اُن کے بستر پر سو جائیں تا کہ دشمن، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے نکلنے سے غافل رہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اُن دنوں ٢٣ سال سے زیادہ نہیں تھے،دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو اپنی جان ودل سے قبول کیا اور بستر پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سو گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر سے خارج ہوئے اور مکہ سے کچھ دُور غارِ ثور میں تشریف لے گئے.

ا۔ احقاق الحق ٦/٤٦١؛ بحارالانوار ٣٨/٢٤٤ مناقب ابن شہر آشوب ٢/١٨٠ ؛ کنزالعمال ٦/٣٩٧

اُس رات کے آخری حصّے میں چالیس مسلح افراد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر یلغار کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر حضرت علیؑ کو پایا (۱)

۲۔ غزوہ بدر

اسلام میں غزوہ بدر، حق و باطل کے درمیان جنگ کا پہلا مرحلہ تھا۔ یہ جنگ سال دوم ہجری مشرکوں اور سپاہ اسلام کے مابین، بدر کے کنوؤں کے مقام پر جو مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع ہے، وقوع پذیر ہوئی۔ سپاہ کفر کی تعداد نو سو پچاس مسلح افراد پر مشتمل تھی اور اُن کے پاس اسلحہ وغیرہ کا کافی ذخیرہ موجود تھا لیکن اُنکے مقابلے میں اصحاب رسول اللہ کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ سپاہ کفر میں تین مشہور جنگجو پہلوان عتبہ اُس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید موجود تھے ۔ جو حضرت علیؑ و حضرت حمزہؓ اور جناب عبیدہ کی تلوار سے مارے گئے۔ حضرت علی علیہ السلام کی عمر اِس جنگ میں پچیس برس تھی (۲)

۳۔ غزوہ احد

جنگ بدر کو ابھی ایک ہی سال گذرا تھا کہ کفار مکہ نے ایک طاقتور سپاہ کو آمادہ کیا اور ابوسفیان کی سالاری میں مختلف قبائل کے تین ہزار جنگجو، کثیر مقدار میں اسلحے کے ساتھ، مدینہ سے ایک کوس کے فاصلے پر کوہ احد کے دامن میں مورچہ سنبھالا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سات سو ناصروں کے ساتھ اُن کے روبرو، جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے

۱۔ احقاق الحق ۳۳۴/۸ و ۴۷۹/۶ ؛ بحارالانوار ۶۰/۱۹؛ سیرہ حلبیہ ۲۶/۲۔

۲۔ احقاق الحق ۳۴۸/۸؛ بحارالانوار ۷۹/۴۱؛ ارشاد مفید ۶۲/۱۔

سب سے پہلے عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں پچاس ماہر تیر اندازوں کو کوہ احد کے ایک درہ پر مستقر فرمایا جو سپاہ اسلام کی پشت پر واقع تھا۔ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ کسی بھی حالت میں اِس جگہ کو ترک نہ کریں۔

سپاہ کفر کے نامور پہلوان طلحہ بن ابی طلحہ، ابوسعید بن طلحہ، حرث بن ابی طلحہ، ابوعزیز بن طلحہ، عبداللہ بن ابی جمیلہ، ارطات بن شرجیل ایک کے بعد ایک میدان حرب میں آتے رہے اور یہ سب دشمنان اسلام، دلیر وشجاع، مسلم نوجوان، حضرت علیؑ کے ہاتھوں مارے گئے ۔ جنگ احد کے دوران حضرت علی علیہ السلام کی عمر ۲۶، برس تھی۔ سپاہ اسلام جنگ کے آغاز ہی میں فتح یاب ہوگئی، مگر درہ میں موجود تیر اندازوں نے اپنے سردار کے حکم سے نافرمانی کی اور درہ کو مال غنیمت کے حصول کی خاطر چھوڑ دیا ! خالد بن ولید نے موقع پا کر، اپنے سواروں کے ساتھ مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا۔ اس حملے کے نتیجہ میں مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، اور ستر اصحاب نے جام شہادت نوش فرمایا، اُن شہیدوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؑ بھی شامل تھے !اِس جنگ میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابی از جملہ حضرت علیؑ نے نہایت جانفشانی اور دلاوری کے ساتھ، رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ حضرت علیؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی خاطر نوے زخم برداشت کیئے. اِس نبرد میں آسمان سے ندا گھونجی

"لافتی اِلَّاعلیّ لا سیف اِلَّا ذوالفقار"(☆)

۔☆۔ تفسیر منہج الصادقین ۲/۳۲۳؛ تاریخ طبری، ۳/ ۱۰۲۷ حدیث میں یہ آسمانی ندا، اس ترتیب سے آئی " لاسیف الا ذوالفقار لا فتیٰ الا علی"

علی کے علاوہ کوئی نوجوان نہیں اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں (۱)

۴۔ غزوہ خندق (احزاب) ماہ شوال سال پنجم ہجری میں مکہ کے مشرکوں نے مدینہ میں باقی رہ جانے والوں یہودیوں اور دوسرے قبائل کی مدد سے چار ہزار جنگجو مردوں کو تیار کیا تا کہ مسلمانوں پر آخری ضرب وارد کرسکیں. اِس لشکر میں مشرکوں کا نامور پہلوان عمرو بن عبدود بھی حاضر تھا۔ وہ جنگ بدر میں زخمی ہو چکا تھا اور دل میں مسلمانوں کا بغض وکینہ رکھتا تھا اور اُس نے سے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں سے انتقام نہیں لے لیتا، اپنے بدن پر تیل کی مالش نہیں کرے گا (۲)

کفار کے مدینہ پہنچنے کے بعد، جبکہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے جو پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کا جو عہد و پیمان کر رکھا تھا، اُس معاہدہ کو توڑ دیا اور جارحیت کرنے والے مشرکوں کے ساتھ مل گئے. سلمان فارسی کے مشورے پر مدینہ کے اطراف خندق کھودی گئی تا کہ حملہ آور شہر میں داخل نہ ہوسکیں۔ مشرکوں کا محاصرہ اٹھائیس دن تک جاری رہا، یہاں تک سپاہ کفر کا مشہور پہلوان عمرو بن عبدود خندق عبور کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اُس نے مبارزہ طلب کیا، حضرت علیؑ کے سوا کسی نے بھی اُس کے مقابل آنے کی جرأت نہیں کی، کیونکہ عمرو شجاع ودلاور تھا۔ صرف حضرت علیؑ نے میدان حرب میں قدم رکھا اور اُس سے مقابلہ کے لئے حاضر ہو گئے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی گھڑی حضرت علیؑ کے لئے ارشاد فرمایا :

۱۔ احقاق الحق ۸/۳۶۶؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۳/ ۴۰۱؛ تذکرۃ الخواص ۱/۲۱؛ تاریخ طبری ۳/ ۳۷۔

۲۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی فرد یا گروہ کو کوئی صدمہ پہنچتا، تو اپنے آپ سے عہد کرتا کہ جب تک انتقام نہیں لیا جائے گا اُس وقت تک بدن پر تیل کی مالش نہیں کرے گا کیونکہ تیل ملنا اُس وقت ہوتا تھا جب کسی کو کوئی غم وفکر نہ ہو اور خوشحالی میں زندگی گذار رہا ہو۔

''کُل ایمان ، کُل کفر کے مقابلے میں گیا'' حضرت علیؑ نے تھوڑی دیر نبرد آزمائی کے بعد اس نامور پہلوان کو ہلاک کر دیا اور اس کے سر کو کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگ خندق میں علیؑ کی ایک ضربت، جن وانس کی عبادت سے برتر ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس فیصلہ کن جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کی بہترین خدمت انجام دینے کا وظیفہ ادا کیا. اُن دنوں حضرت علی علیہ السلام اُٹھائیس سالہ جوان تھے۔ اِس جنگ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کی سالاری میں، سپاہ اسلام کو بنی قریظہ کے یہودیوں سے مقابلہ کرنے کیلئے روانہ کیا۔ اِس واقعہ میں شہر مدینہ کے یہودیوں کا بزرگ حُیّ بن اخطب مارا گیا اور یہودیوں کی سازشوں کا خطرہ بنیادی طور پر ٹل گیا۔ یہودیوں کا مال ودولت مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکے پیروکار آسودہ خاطر ہو گئے اور یہ کامرانی اور نصرت حضرت علیؑ کی جدوجہد اور فداکاری کا نتیجہ تھی (۱)

۵۔ فتح خیبر: ہجرت کے ساتویں سال میں یہودیوں نے اسلام کے خلاف سازشوں کے جال، پھیلانے شروع کر دیئے اور خیبر کے قلعوں میں سے سات قلعوں میں مختلف اسلحے کے انبار لگا دیئے۔ مدینہ سے شمال غرب کی جانب دوسو کلومیٹر کے فاصلے پر خیبر کا علاقہ ہے۔ اُن قلعوں میں چار ہزار یہودی موجود تھے اور مسلمانوں کیلئے اُنکی حرکات ایک بزرگ خطرے کی نشاندہی کر رہی تھیں. اِس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہزار چار سو پیادہ اور دوسو سواروں کے ساتھ خیبر کی جانب پیش قدمی کی۔ لشکرِ اسلام کا پرچم حضرت علی علیہ السلام

۱۔ احقاق الحق ۸/۷/۳۶۷؛ مستدرک حاکم ۳/۳۲؛ تاریخ بغداد ۱۳/۱۹؛ مقتل الحسین الخوارزمی ۴۵/۔

کے سپرد کیا، اُن دنوں آپؑ کی عمر تیس سال کی تھی

اس جنگ میں خلیفہ اول و دوم حاضر ہوئے مگر فتح یابی کے بغیر لوٹ آئے ، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو میدان میں جانے کا دستور دیا۔ آپؑ نے آسمانی بجلی کی مانند، مرحب مشہور و معروف یہودی پہلوان پر وار کیا اور ہلاک کر دیا، اِس وقت مسلمانوں نے بھی حملے کا آغاز کر دیا۔ حضرت علیؑ نے قلعہ خیبر کے دروازے کو اُکھاڑا اور ڈھال کی مانند اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اِس جنگ میں اسلام کے دشمن یہودی پہلوانوں میں سے تین پہلوان مرحب و حارث و یاسر، حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوئے اور خیبر کے سات قلعوں کو فتح کر لیا گیا ۔ جنگ کے بعد مسلمانوں میں سے چالیس افراد نے ، اُس آہنی دروازۂ خیبر کو اُٹھانے کوشش کی ، مگر نہ اُٹھا سکے (۱)

۔۶۔ **فتح مکہ:۔** ہجرت کے آٹھویں سال جنگ اور خون ریزی کے بغیر مکہ فتح کر لیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، بارہ ہزار مسلمانوں کے ہمراہ شہر مکہ میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کے تمام بتوں کو خود توڑا اور نیچے پھینکا، اس وقت حضرت علیؑ کو حکم دیا: میرے شانوں پر چڑھو اور دیوار سے اُوپر کے بتوں کو توڑ دو۔ حضرت علیؑ نے اطاعت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانوں پر سوار ہو کر تمام بتوں کو منہدم کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، کیوں میرے دوش پر قدم نہیں رکھے؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا: آپؐ نے اُوپر جانے کیلئے دستور دیا تھا لیکن نیچے اُترنے کیلئے کوئی دستور نہیں دیا تھا اسلئے اُچھل کر اُترا ہوں ، تا کہ کوئی بے اَدبی نہ ہو، اور میں خدا کا سپاس گذار ہوں (۲)

۱۔ احقاق الحق ۳۸۳/۸ ؛ کنز العمال ۲۸۳/۵ ؛ ارشاد مفید ۱۱۴/۱ ؛ مستدرک حاکم ۳۷/۳۔

۲۔ احقاق الحق ۶۸۲/۸ ؛ سیرہ ابن ہشام ۴۲۹/۲ ؛ طبقات ابن سعد ۱۰۲/۲ ؛ اسد الغابہ ۱۰۲/۳ ؛ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۳۱۸/۱۔

قارئین نے جو کچھ پڑھا ہے، یہ تاریخ اسلام کے دلیر و شجاع نوجوان حضرت علی علیہ السلام کی کچھ گراں قدر خدمات ہیں۔ یہ شجاع اور بزرگ نوجوان، جو کچھ مشکلات و حوادث مسلمانوں کے سروں پر آتے رہے، اُنکو دل و جان سے دُور اور رفع کرنے کیلئے ہمیشہ حاضر رہے تھے، اور بے شمار افتخارات اور اعزازات اُن کو نصیب ہوئے جبکہ دوسرے اُن سے محروم رہے۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اِن افتخارات کو ایک ایک کر کے شمار کرے تو ایک الگ جامع کتاب بن جائے گی پس اِس لئے میں نے مطالب کو خلاصہ کیا ہے اور اُن کے ماخذ اور مدارک کو تحریر کر دیا ہے تا کہ جس کو ضرورت ہو وہ اُن کی طرف رجوع فرمائے (۱)

۱۔ احقاق الحق ۲۳۹/۶؛ ارشاد مفید ۱/۱۵۰؛ المیزان ۱۶۳/۹؛ الغدیر ۳۳۰/۳؛ بحارالانوار ۱۶۷/۳۸؛ شرح نہج البلاغہ ۴۰۱/۳؛ غایۃ المرام ۱/۷؛ تاریخ بغداد ۱۹/۱۳۔

ابان، عالم نوجوان

ابان بن سعید بن عاص کا تعلق بنی اُمیہ کے قبیلہ سے تھا جب کہ اُمویوں کی اسلام دشمنی، کسی سے پوشیدہ نہیں ہے مگر اس خاندان کے بعض افراد نے اسلام کو قبول کیا اور اس راستے میں بہت جدوجہد کی۔ اُن میں سے ایک ابان ہے، اُس کی زندگی کے ایک گوشے سے ہم آشنائی حاصل کریں۔

ابان اپنے والد اور دیگر دشمنان اسلام کی باتوں کے زیر اَثر ہو چکا تھا. وہ اپنے والد سے ہمیشہ خائف رہتا تھا اُس میں جرأت نہ تھی کہ نئے دین، اسلام کے بارے میں تحقیق کر سکے مگر ایک واقعہ نے اُسے جھنجوڑ کر رکھ دیا، جس سے اُس کی زندگی میں نئے باب کا آغاز ہوتا ہے۔

ابان نے شام میں اپنے تجارتی سفر میں ایک عیسائی راہب سے ملاقات کی، راہب گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کتابوں کا مطالعہ کر چکا تھا اور اُن کی پیش گوئیوں سے مکمل طور پر آگاہ تھا۔ ابان نے راہب سے کہا: ہم قریش میں سے ایک شخص نبوت کا دعوی دار ہے اور

اپنے آپ کو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی طرح پیغمبر خدا کہتا ہے۔ راہب نے استفسار کیا ، اُس کا نام کیا ہے؟ ابان نے جواب دیا؛ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ راہب نے کہا؛ آخری، پیغمبرِ آسمانی کے اوصاف میں تجھ پر واضح کرتا ہوں، اگر یہ نشانیاں اُس میں پائی جاتی ہیں، تو تم جان لو کہ وہ ہی آخری پیغمبر خدا ہے ۔ جس کی بشارت انجیل میں دی گئی ہے۔ پھر راہب نے تمام علامتوں کو ایک ایک کر کے بیان کر دیا۔

ابان نے کہا، جو بھی نشانیاں آپ نے بیان کی ہیں وہ سب کی سب اُن میں پائی جاتی ہیں. راہب نے یہ سن کر کہا؛ وہ تمام عربوں پر فتح یاب ہوگا اور اُسکا دین دُنیا کے تمام گوشہ وکنار میں پھیل جائے گا ۔ راہب نے ابان سے استدعا کی کہ جب تم مکہ پلٹو، تو میرا اسلام، اُس عظیم شخصیت کو پہنچا دینا(۱)

کیوں نہیں، جب روح وجذبات، تغیّر کیلئے آمادہ ہوں تو پھر ایک چنگاری ایک لمحہ میں شعلہ ور ہو جاتی ہے اور روح وعمل میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے ۔ اِسی وجہ سے اگر چہ یہ واقعہ بظاہر ایک مختصر سی ملاقات سے پیدا ہوا ، مگر ابان کی روح کو تبدیل کرنے میں بہت معاون ثابت ہوا، راہب کی راہنمائی نے اَثر گذار تبدیلی کا کام کیا، اُسکے بعد ابان پہلے والا نوجوان نہ تھا، بلکہ عیسائی راہب کی بتائی ہوئی نشانیوں نے اُس کے وجود کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اور اب وہ توحید کی شاہراہ کا راہی بن چکا تھا۔

اُس کا والد جو اسلام کے راستے میں رکاوٹ تھا، کچھ عرصے بعد اس نے طائف کی مضافاتی بستی ''ظریبہ'' میں وفات پائی۔ ابان کو اِس وجہ سے زیادہ آزادی نصیب ہوگئی، اور اُس نے اپنے اشعار وسخن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی بدگوئی سے توبہ کر لی۔

اُس کے دو بھائی جو حبشہ کے مہاجروں میں شامل تھے، وہ چھ ہجری میں حبشہ سے مدینہ واپس ہو چکے تھے۔ جب وہ ابان کے روحی انقلاب سے آگاہ ہوئے، تو اپنے بھائی کو خط کے ذریعہ دعوت اسلام دی، ابان نے فوراً دعوت اسلام کو قبول کر لیا اور جنگ خیبر سے ذرا پہلے مسلمانوں کے ایمانی حلقے میں شمولیت اختیار کر لی (۱) اگر چہ بعض اُن کے مسلمان ہونے کے سال کو سات ہجری قرار دیتے ہیں (۲)

مرد سیف و قلم:۔ ابان اسلام لانے کے بعد، اپنی نمایاں صلاحتوں سے اہم ذمہ داریوں کو پورا کرنے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اُن خوبیوں سے آگاہ ہوئے تو اُن کو ایک گروہ کا سالار بنا کر ''نجد'' کی جانب روانہ کیا جو کہ اسلام کے خلاف پرچم بغاوت بلند کئے ہوئے تھے تاکہ اُن کو کچل دیا جائے (۳)

ابان ایک جنگجو مرد ہونے کے ساتھ ساتھ علم وذکاوت میں پیش پیش تھے۔ وہ لکھنے اور پڑھنے سے واقف تھے اور اس دور میں لکھنے اور پڑھنے والے کی قدر دانی کی جاتی تھی. جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے رسالت الٰہی کا ابلاغ کرنا شروع کیا تو اس وقت مکہ میں لکھنے اور پڑھنے والوں کی تعداد صرف سترہ افراد سے زیادہ نہیں تھی، اُن میں سے ایک ابان تھے (۴)

ابان ساتویں ہجری میں جب مدینہ وارد ہوئے اور اسلام لے آیا تو اُن کا شمار وحی لکھنے والوں اور کاتبان وحی میں ہونے لگا (۵) اس اعزاز نے ابان کی شخصیت کو مزید، عظمت عطا کی (۶)

۱۔ الاصابہ ۱/۱۳؛ الاعلام، زرکلی، ۱/۲۷۔ ۲۔ تاریخ اسلام، ذہبی ۲/۳۸۲۔ ۳۔ الاصابہ ۱/۱۴۔ اسد الغابہ، ۱/۴۶
۴۔ فتوح البلدان ۴۵۹/۔ ۵۔ الکامل، ابن اثیر ۲/۳۱۳۔ ۶۔ اسد الغابہ ۱/۴۸۔

والی بحرین:۔ اسلام کے بارونق ہونے اور اُس کے پھیلاؤ کے ساتھ، آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناطق اور شہروں کیلئے والی منتخب کئے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حاکم انتخاب، کرنے میں بہت دقیق روش سے کام لیتے تھے. دین اسلام سے ترتیب یافتہ اور صالح افراد کو آنخضرتؐ والی کے طور پر انتخاب فرماتے تھے تا کہ تازہ مسلمان ہونے والوں کے لئے مثال اور مشعل راہ بن سکیں ۔اسی بنا پر اگر نمائندوں سے چھوٹی سی بھی تقصیر ہو جاتی تو اُس سے چشم پوشی نہ کی جاتی اور وہ قابل بخشش بھی نہ ہوتی ۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے علاء بن حضرمی کو والی بحرین کی حیثیت سے جو اُن دنوں اسلامی مناطق میں شامل ہو چکا تھا، بنا کر بھیجا لیکن ایک عرصے بعد اُسے معزول کر دیا اور اُس کی جگہ پر ابان بن سعید کو والی بنا کر بھیجا۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقید حیات رہے، ابان والی بحرین کی حیثیت سے ہی وہاں خدمات انجام دیتے رہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد اُس سے پہلے کہ حکومتِ جدید اُن کو دوبارہ مامور یا معزول کر دے، وہ بحرین کو ترک کر کے مدینہ چلے آئے ۔جب خلیفہ وقت نے اصرار کیا کہ وہ بحرین کے والی رہیں، تو ابان نے جواب دیا رسول اللہ کی رحلت کے بعد کسی دیگر سے، یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا(۱) ابان اُس سے کہیں زیادہ اعلیٰ تھے کہ کسی عہدہ کو مادی منافع کیلئے قبول کرے، اگر یہ عہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قبول کیا تھا، تو وہ اِسلئے تھا کہ وہ سماج کی خدمت خدمت کر سکے، اور وظائف اخلاقی اور دینی کو ادا کر سکے ۔اسی وجہ سے جب وہ متوجہ ہوئے کہ اُن لوگوں نے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

۱۔ اسد الغابہ ۱/۴۶

جانب سے کوئی تائید حاصل نہیں تھی، تو اِسی وجہ سے انھوں نے ہر طرح کا عہدہ لینے سے انکار کر دیا اور نہ ہی اُن کی بیعت کیلئے آمادہ ہوئے، بلکہ علنی اُن کی مخالفت کی اور حضرت علیؑ کے ساتھ اپنی اسلامی اُمیدوں کو باندھا اور اُن ہی کی پیروی کی۔ ابان اپنے بھائی خالد کے ہمراہ حضرت علیؑ کے گھر گئے اور عرض کرنے لگے: آپ شجر بلند اور گلستان برومندِ رسالت ہیں اور اُن درختوں کی پاک و پاکیزہ شاخوں پر میوہ آویزاں ہے، آپؑ کی پیروی کریں گے اور آپؑ پر کسی کو مقدم نہیں سمجھتے اور آپؑ ہی کی پیروی کرتے رہیں گے(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ابان ہمیشہ اسلام کیلئے جدوجہد اور فداکاری میں مصروف رہے، وہ ایسے مجاہد تھے جو کہ جانبازی سے گریزاں نہیں تھے ، یہاں تک کہ ماہ رجب، سال تیرہ ہجری میں، سرزمین شام کے علاقے، یرموک میں جام شہادت نوش فرمایا اور اُسی جگہ دفن ہوئے (۲)

۱۔ اسد الغابہ ۳/۴۷۶۔

۲۔ اسد الغابہ ۱/۴۷؛ الاعلام زرکلی ۱/۲۷؛ مختصر تاریخ دمشق، ابن عساکر ۲/۱۲۴۔

اُبیّ بن کعب ذہین نوجوان

اُبی بن کعب کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا جو مدینہ میں سکونت پذیر تھا۔اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ یہودیوں کے دانشمندوں میں شمار ہوتے تھے۔ جب اُنھوں نے اسلام قبول کیا تو آپ کی عمر ۳۱ سال تھی۔ وہ تورات اور یہودیوں کی دیگر مذہبی کتابوں سے مکمل آشنائی رکھتے تھے اس لئے تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق جو بشارتیں تھیں اُن سے مکمل آشنائی رکھتے تھے. جب پہلے مبلغ اسلام مصعب بن عمیر جو نوجوان تھے مدینہ میں داخل ہوئے اور اہل مدینہ کو دعوت اسلام دینے لگے تو اُبیّ نے مکمل آگاہی اور علم کے ساتھ اُس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کریں، دین اسلام کو قبول کرلیا۔

عقبہ پر دوسری بیعت میں جب ستّر سے زیادہ مدینہ کے لوگوں نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تو اُبیّ بن کعب بھی اُن میں شامل تھے۔

اُبیّ بن کعب، اسلام لانے سے پہلے ہی مدینہ کے باشرف عالم وذہین لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ مختصر سے عرصہ میں انھوں نے مسلمانوں کے درمیان کافی تعداد میں کامیابیاں حاصل کیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد مدینہ ہونے کے بعد، اُبیّ بن کعب، انصار میں سے پہلے شخص تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ، وحی لکھنے کیلئے مقرر ہوئے اور وہ وحی لکھنے والوں میں مشہور ہو گئے (۱)

اُبیّ کی وسعت فکری بہت زیادہ تھی۔قرائت قرآن مجید کی آشنائی میں تسلط رکھنے کی صلاحیت کی بنا پر جہان اسلام کی اہم شخصیتوں میں شامل ہو گئے اور روزافزوں ترقیاں اُن کے نصیب ہو گئیں ۔

۱۔ الاصابہ ۱۹/۱؛الدرجات الرفیعۃ ۳۲۴/؛الاعلام ،زرکلی ۸۲/۱ ؛صفۃ الصفوۃ ۱۸۸/۱ ۔

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ قرائت قرآن کے مقام ومنزلت کی، پہلی بار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو پیش کش کی تھی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور ہوئے تھے کہ قرآن مجید کی قرائت اُبیّ بن کعب کیلئے کریں اور بطور صحیح اُسے سکھائیں۔

اُبیّ نے کبھی یہ تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اِس انداز سے، اللہ تعالیٰ کی عنایت اُن پر ہوگی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن کعب، کواُس بات کی خوش خبری سنائی۔ ابن کعب نے حیرت وخوشی، شوق وذوق سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے!

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

ابن کعب کے لئے یہ خبر بہت خوشی کا سبب بنی، وہ اِس قدر جذباتی بنے کہ بے اختیار اُس کی آنکھیں خوشی سے اشکبار ہوگئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو روحانی سکون دینے کیلئے اس آیہ شریفہ کی تلاوت فرمائی ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (۱) تم کہہ دو، جو اللہ کا فضل اور رحمت خوشحال کرتا ہے، اُس سے بہتر ہے جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں۔

اُبیّ بن کعب، اپنے اُستاد اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ کی زحمات کو اپنی نگاہوں میں بسائے رکھتے تھے اور اُن کے حضور عرض کرتے رہتے تھے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپؐ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور مسلمان ہوا اور آپؐ سے قرآن سیکھا ہے (۲)

۱۔ یونس /۵۸۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء ۲۵۰/۱۔

اُبیّ بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرائت قرآن کریم اس طرح سے سیکھی کہ اُس کے اَثر سے بلند مقام پر فائز ہو گئے ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابن کعب کے بارے میں فرمایا: ہم قرآن مجید کی قرائت کو اُبیّ کی قرائت کے مطابق کرتے ہیں (۱)

اُبیّ بن کعب اور دروس قرآن

اُبیّ بن کعب کے بارے میں جو تحریر کیا گیا ہے، اِسکے علاوہ وہ اور بہت سی خصوصیات کے حامل تھے، اُن میں سے ایک، عمیقِ مطالبِ قرآن کا فہم وادراک تھا کیونکہ وہ اِس بارے میں نگاہ تفکرانہ کے ساتھ آیات قرآنی سے بہرہ مند ہوتے اور وہ اِس مقدس کتاب کی سیر علمی انجام دیتے رہتے تھے، وہ آیات آسمانی کا مطالعہ دقیق نگاہوں سے کرتے رہتے تھے ۔ اِسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے (۲) جب ایک شخص نے اُبیّ سے، نصیحت کی درخواست کی، تو اُبیّ نے کہا : قرآن مجید کی آیات کے مطابق اپنی زندگی گذارو، اِس مقدس کتاب کو اپنا راہنما اور اُسی کو اپناؤ اور بناؤ۔ کیونکہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار ہے اور اپنے پیروکاروں کی، اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرنے والی کتاب ہے اور مسلمانوں کیلئے نمونہ عمل ہے اور تہمت و بہتان سے دُور ہے، قبل از اسلام اور مسلمانوں کا سرانجام بیان کیا گیا ہے، مسلمانوں کی زندگی گذارنے کا طریقہ اُس میں پیش کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ کی خبریں اُس میں بیان کی گئی ہیں (۳)

۱۔ الدرجات الرفیعہ ۳۲۴/

۲۔ حلیۃ الاولیاء ۲۵۰/۱

۳۔ ایضاً ۲۵۳/۱

اُبیّ اور بعد از رسول اکرمؐ کے واقعات :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد، ایک منظّم منصوبہ کے تحت، سقیفہ کے اجتماع کو وجود لانے والوں نے اسلامی حکومت پر قبضہ جمالیا، رہبر حقیقی اور جہانِ اسلام کی منفرد شخصیت حضرت علی علیہ السلام کو اِس عہدے سے محروم کردیا !

اُبیِ اِس افراتفری کا شاہد تھا، وہ اِن حالات سے کافی رنج اُٹھایا اور ہمیشہ کہتا تھا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے، سب کے سب ایک ہی مرکز پر توجہ رکھتے تھے لیکن آپؐ کے چلے جانے کے بعد، سب کے سب دائیں یا بائیں جانب منحرف ہوگئے (۱)

جس روز سقیفہ تشکیل دیا گیا تھا، اُسی روز، ظہر کے بعد اُبیّ بن کعب کا گذر انصار کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا، اُن میں سے ایک انصار نے پوچھا: اُبیّ کہاں سے آرہے ہو؟

اُس نے جواب دیا: اہل بیت علیہم السلام کے گھر سے، پوچھا، وہ کیسے ہیں؟ اُبیّ نے جواب دیا: اُن کا مکان کل تک فرشتہ الٰہی (جبرائیل) کے آنے جانے کی جگہ تھی اور کاشانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا ، اب اُس میں وہ جوش وخروش دیکھائی نہیں دیتا اور وہ گھر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی رہ گیا ہے! تو اور کیسے ہونا چاہیئے ؟!

یہ اَلم ناک جملے کہتے ہوئے گریہ کے ساتھ اُس کی آواز گھٹ رہی تھی اور کلام کرنا مشکل ہو گیا تھا اُس کے اطراف وہ افراد، جو یہ کلام سن رہے تھے وہ بھی رو پڑے تھے۔

اُبیّ بن کعب نے خلیفہ وقت کی بیعت کیلئے کبھی ہاتھ نہیں بڑھایا اور شوریٰ سقیفہ کی حیثیت،

۱۔ حلیۃ الاولیاء ۱/۲۵۴۔ ۲۔ الدرجات الرفیعہ ۳۲۵/۔

اُس کی نگاہوں میں بے اَثر تھی (۱) وہ اُن بارہ جید اصحاب میں شامل تھے جنہوں نے اُن ہی دنوں، مسجد النبی میں خلیفہ وقت کے خلاف اعتراض کیا اور حضرت علی علیہ السلام کی حمایت کا اعلان کیا تھا (۲)

ابن کعب اپنے زمانے کے خلفاء کے خلاف ہمیشہ اعتراض کیا کرتے تھے اور اپنی آخری زندگی کے لمحات میں خلیفہ عثمان کی حکومت کے بارے میں یوں کہا : اِس اُمت کے بزرگ، گمراہ ہو گئے ہیں اور اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر دیا ہے مگر میرا دل اُنکے حال پر نہیں جلتا بلکہ اُس بارے میں فکر مند ہوں کہ ان بزرگوں کے ہاتھوں اُمت گمراہی اور ذلالت کا شکار ہو گئی ہے! اگر آنے والے روز جمعہ تک زندہ رہا، تو پردوں کو ہٹا کر، حقائق کو بیان کروں گا، چاہے اِس بنا پر قتل ہو جاؤں یا زندہ رہوں (۳)

مگر افسوس اسی جمعرات کے دن، تیس یا بتیس ہجری میں پچاس سال کی عمر میں، غم و اندوہ کے عالم میں اور اسلام کیلئے سالوں کی کوشش و تلاش کے بعد، فردوس بریں کی جانب پرواز کر گئے اور ابدی آشیانہ حقیقت میں بلند و اعلیٰ مقام حاصل کر لیا (۴)

۱۔ الفصول المہمہ ۱۸۰/

۲۔ الاحتجاج، طبرسی ۴۷/ ؛ تنقیح المقال ۱۹۸/۱؛ حلیۃ الاولیاء ۲۵۲/۱

۳۔ بحار الانوار ۲۷۰/۳۔

۴۔ طبقات، ابی سعد ۳۷۸/۳؛ قاموس الرجال ۵۰/۱؛ الاعلام ، زرکلی ۷۸/۱

ابوقتادہ انصاری دلاور نوجوان

آپ کا نام حارث اور آپ کے والد کا نام ربعی انصاری تھا۔ تاریخ اسلام میں وہ ابوقتادہ کی کنیت سے مشہور ہوئے .تمام نسب شناس دانش مندوں کا اِس پر اتفاق ہے کہ ابوقتادہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشقوں میں شامل تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان نثار کرنے والے دلاور نوجوان تھے۔

ابوقتادہ، بہترین سوار اور شجاع تھے۔ جنگ احد اور دوسری جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے .اور اِسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سواروں میں شہسوار کے عنوان سے مشہور ہوئے۔ اگر کوئی ذمہ داری آپ کو سونپی جاتی، تو وہ بہترین طریقے سے انجام دیتے تھے اور فتح وظفر کے ساتھ مدینہ واپس پلٹتے تھے۔

جنگ ''ذی قرد'' جو جمادی الاول، چھٹی ہجری میں واقع ہوئی، میں آپ نے حصہ لیا۔ یہ جنگ مدینہ کے قریب قبیلہ بنی غطفان کی جگہ واقع ہوئی تھی .اُس جنگ میں شامل ہونے کیلئے ابوقتادہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور جہاد کیلئے آمادگی کا اظہار کیا، اُس وقت اُنکی عمر چوبیس سال کی تھی۔ ابوقتادہ کی پیدائش ہجرت سے اُٹھارہ سال قبل ہوئی تھی۔

ابوقتادہ دلاورنوجوان اور جنگ کا تجربہ رکھتے تھے۔ابن عینیہ کو جو سپاہ اسلام کے خلاف ،لشکر کا سردار تھاایک جھڑپ میں ابوقتادہ نے اُس کو ہلاک کردیا پھراُس کے جسد پر اپنی عباڈال دی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ اُس مقام پر پہنچے، توصحابہ سمجھے کہ ابوقتادہ شہید ہوگئے ہیں!

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوقتادہ کے اِس کام کی توضیح دی. اِس جنگ میں قبیلہ غطفان کوشکست کا سامنا کرنا پڑا. اِس جنگ میں دو مسلمان شہید ہوئے تھے.لشکر اسلام کامیابی کے بعد مدینہ واپس ہوا۔

ابوقتادہ نے اسلام کی راہ میں بہترین خدمات انجام دیں۔جنگ خیبر کے واقعات میں بھی آپ شامل تھے۔ وہ ایک سچّے مسلمان کی مانند، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوراسلام کے ساتھ خاص عقیدت وارادت کااظہار کیا کرتے تھے۔ اِسی لئے ہر موقع پر پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدردانی میں مشغول ہوجاتے تھےاورشرائط آداب کو ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بجالاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ابوقتادہ کو بہت دوست رکھتے تھے،اسلئے اُن کے بارے میں آپؐ نے اِس طرح کے دعائیہ الفاظ ادا فرمائے : اللہ تعالیٰ تمھاری اُسی طرح حفاظت فرمائے،جس طرح تم نے ،اُس کے نبی کی بلاؤں اورخطروں میں حفاظت کی (۱)

۱۔ الاعلام،زرکلی ۵۴/۲؛العبر ۴۱/۱ ؛ تاریخ بغداد ۵۹/۱ ؛ اسدالغابہ ۲۷۴/۵؛الاصابہ ۴۵۸/۴ ؛ استیعاب ۴۶۱/۴ ؛ سیرہ ابن ہشام ۲۹۳/۳ ؛ حیاۃ الصحابہ ۵۷۰/۱ ؛ مسند احمد حنبل ۲۹۸/۵۔

ابوقتادہ، حضرت علیؑ کے ساتھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ابوقتادہ نے حضرت علی علیہ السلام، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین برحق تھے، کی پیروی کی اور راہ حقیقی و حق سے کبھی بھی منحرف نہیں ہوئے کیونکہ آپ نے اسلامی حکومت کے اصلی محور اور حقیقی رہبر اسلام کا، بخوبی ادراک کرلیا تھا۔ اُسے واضع ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ،کون اسلامی معاشرے کی رہبری کی لیاقت رکھتا ہے ۔ اِس شناخت کی بنیاد پر اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ہمیشہ حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ دیا، حتی حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت کے دوران بھی، جنگ جمل وصفین اور نہروان، اُس کے عقیدے کو متزلزل نہ کر سکے اور نہ ہی حاکم شام کی گمراہ کن تبلیغات، اُس کے اعتقاد کو کمزور بنا سکی، بلکہ وہ پہاڑ کی مانند مضبوط اور استوار رہے اور ہر نبرد آزمائی کے موقع پر مخالفین کے ساتھ، دلاورانہ لڑتے رہے۔

ابوقتادہ نہ صرف ایک مرد جنگجو، وفادار، لائق قدر تھے بلکہ فرماں روائی میں بھی ایک بہترین مدبر انسان، شائستہ اور قابل اعتماد تھے۔ اِن صفات کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے آپ کو حاکم مکہ مکرمہ منصوب کیا تھا۔

اُس نے حضرت علی علیہ السلام کے دفاع میں، فقط میدان جنگ میں ہی نہیں بلکہ زبان اور منطق سے بھی ہمیشہ حمایت اور نصرت کی۔ مخالفوں سے گفتگو کرتے اور اُن کے دلائل کو کالعدم کر دیتے تھے .از جملہ آپ کی جناب عائشہ، جناب ابوبکر، خالد بن ولید اور خوارج نہروان سے بحث رہی ہے، اِن تمام مواقع پر آپ کی بلند و برجستہ اور فداکار شخصیت، نمایاں ہوئی تھی۔

ابوقتادہ نے اپنی ساری عمر راہ اسلام میں جد و جہد اور خدمت کرتے ہوئے گذاری اور ۵۴ ہجری میں اِس دُنیا کو خیر باد کہا۔

علم رجال کی بعض کتب میں ذکر ہوا ہے کہ آپ کی رحلت حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے دوران واقع ہوئی، حضرت علی علیہ السلام نے اُن پر نماز پڑھی اور سپرد خاک کیا(۱)

۱۔ استیعاب ۱۶۲/۴؛ الاصابہ ۱۵۸/۴؛ اسد الغابہ ۲۷۵/۵؛ قاموس الرجال ۱۶۵/۱۰؛ الدرجات الرفیعہ ۳۵۱/؛ الفصول المہمہ ۱۴۶/؛ تاریخ طبری ۲۴۳/۳۔

بلال حبشی، مثال مقاومت

آپ کا نام بلال اور آپ کے والد کا نام رباح حبشی تھا۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی ۔ بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت وہ مکہ میں غلامی کی زندگی گذار رہے تھے۔

حضرت بلال کی والدہ کا نام حمامہ تھا اور قبیلہ بنی جُمح میں زندگی کرتی تھی۔حضرت بلال نے دین اسلام کو دل و جان سے قبول کرلیا تھا.وہ مشرکوں کے سخت شکنجوں کے باوجود مقاومت وثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔مشہور قول یہ ہے کہ جناب بلال، اُمیہ بن خلف کے غلام تھے جس کا تعلق قبیلہ بنی جُمع سے تھا اور اس کے گھر میں رہتے تھے۔

اُمیہ ہر روز دو پہر میں آپ کو شکنجے دینے کی خاطر گھر سے باہر لے آتا تھا اور بہت گرم ریت پر لٹانے کے بعد وزنی پتھر آپ کے چھاتی پر رکھ دیتا اور پھر قسم کھا کر کہتا، تم اِسی حالت میں رہوگے یہاں تک کہ مرجاؤیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خدا سے منکر ہو جاؤ اور لات و عزیٰ بتوں کی عبادت شروع کردو۔مگر اُسوہ مقاومت وثابت قدم، بردبار، صابر، سخت شکنجے کے درمیان ہمیشہ ندائے توحید بلند کرتے ''اَحد اَحد اَحد'' یعنی اللہ تعالیٰ واحد ہے۔

ایک دن ورقہ بن نوفل جو حضرت خدیجہ علیہا السلام کے ابن عم تھے، جب آپکے پاس سے گذرے، تو دیکھا کہ جناب بلال شکنجوں کے درمیان فریاد ''احد احد احد'' بلند کر رہا ہے، ورقہ بن نوفل نے بھی گواہی دی اور کہا: احد احد احد۔ اُنہوں نے اُمیہ اور دوسروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! اگر اِس حالت میں وہ قتل ہو جائے تو میں اُس کی قبر کو مقدس زیارت گاہ قرار دوں گا اور اُس سے تبرک حاصل کروں گا۔

بعض سمجھتے ہیں کہ ابو جہل کو بلال پر شکنجے دینے پر مامور کیا گیا تھا۔ بلال، اِس طرز پر، دُشوار اورافسوس ناک زندگی گذار رہے تھے، یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر سے کہا: اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو بلال کو خرید کر آزاد کر دیتا ۔ ابو بکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا، عباس بن عبدالمطلب کے پاس حاضر ہوئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو نقل کیا ۔ یہ سن کر عباس نے، بلال کو اُس کی مالک جو قبیلہ بنی جُمح کی ایک خاتون تھی، سے خرید کر آپ کی آزادی کے اسباب کو مہیا کیا۔

بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے مؤذن مقرر ہوئے تھے، اِس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت بلال نے حضرت علی علیہ السلام کا بہت زیادہ احترام کیا اور دوسروں کی بیعت نہ کی اور کہا: میں اُس کی جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اِس عہدے کا تعارف نہیں کرایا، بیعت نہیں کرسکتا اور اُس کی جس کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرفی کرائی ہے، قیامت تک اُس کی بیعت میری گردن پر ہے۔ عمر نے کہا '' لا أباً لک '' اب تم اِس جگہ نہیں رہ سکتے پس اِس وجہ سے وہ ایک قافلے کے ہمراہ شام

روانہ ہو گئے اور وہیں، بیس ہجری کو وفات پائی۔

بلال برومند نوجوان تھے تمام مشکلات وسختیوں کو، حفظ دین کی خاطر برداشت کیا اور آخری سانس تک صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا ۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار صحابہ میں شامل تھے۔ وہ تمام جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب حاضر رہے (۱)

۱۔ الاصابہ ۱/۱۶۵؛ اعیان الشیعہ ۳/۶۰۱؛ طبقات، ابن سعد ۳/۱۷۴؛ صفۃ الصفوۃ ۱/۱۷۱؛ حلیۃ الولیاء ۱/۱۴۷؛ تاریخ الخمیس ۲/۲۴۵؛ الصحیح سیرۃ البنی الاعظم ۲/۳۴؛ تاریخ یعقوبی ۲/۴۲؛ السیرۃ النبویہ، ابن کثیر ۲/۳۳۶؛ حیاۃ الصحابہ ۲/۱۳۲؛ سیرہ ابن ہشام ۱/۳۳۹ ؛ اسد الغابہ ۱/۲۰۶؛ سفینۃ البحار ۱/۱۰۴؛ بحا الانوار ۲۲/۲۶۴ ؛ وفاء الوفاء ۲/۴۷۷؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ۱۷/۲۸۳۔

براء بن عازب، نوجوان فداکار

براء بن عازب جلیل القدر صحابی، گراں قدر محدث اور فاتح بزرگوار تھے۔آپ کا تعلق قبیلہ انصار سے تھا اور وہ اہل مدینہ سے تھے۔آپ کے والد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں شامل تھے۔

وہ بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے سال میں پیدا ہوئے اور تیرہ سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جب مکہ سے مدینہ کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو وہ ہمیشہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور بعض طولانی قرآنی سورتوں کو بخوبی سیکھا۔وہ اپنے زمانے کے اہم افراد اور صحابہ میں شامل تھے(۱)

جنگی محاذوں میں حاضر

براء بن عازب نے اپنی نوجوانی کا دَور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ میں گذاری اسلام کے علمی نمونہ کی روشنی میں اُنھوں نے روحی اور روحانی طرز پر پرورش پائی ، وہ اِسی بنا پر اسلام کے اس قدر عاشق تھے کہ جنگ بدر میں جب آپ کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی لیکن اس کے

باوجود،وہ

۱۔ طبقات،ابن سعد ۳۶۷/۴

رضا کارانہ طور پر اُس غزوہ میں شامل ہونا چاہتے تھے،مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اور آپ کے مانند کم سن نوجوانوں کو جنگ میں شرکت سے منع کر دیا(۱) اگرچہ براء بن عازب جنگ بدر میں جہاد کی نعمت سے محروم رہ گیا تھا لیکن بعد میں چودہ جنگوں اور اَٹھاراں سفروں میں پیامبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہا۔ ایمان اور عقیدہ کی حفاظت کے راستے میں اور حریم اسلام کے دفاع کیلئے فداکاری وجانبازی سے دریغ نہ کیا (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد، ایران پر فتح کیلئے ری، ابھر اور قزوین کی جنگ میں اسلامی لشکر کے ساتھ شرکت کی، تاریخی کتب میں اِن سب کا ذکر موجود ہے(۳)

حضرت علیؑ کے ساتھ

براء بن عازب حضرت علی علیہ السلام کے حقیقی عاشقوں میں شامل تھے۔اور اسی اساس پر، جب حضرت علی علیہ السلام نے عراق جانے کیلئے مدینہ چھوڑا، تو وہ بھی آپؑ کے ہمراہ ہوئے اور کوفہ میں اقامت کر لی(۴) جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی علیہ السلام کی حمایت میں جانبازی اور فداکاری کے جوہر دکھائے(۵)

۱۔ سیرہ ابن ہشام ۷۰/۳؛اسدالغابہ ۲۰۵/۱؛استیعاب ۱۴۴/۱۔

۲۔ اسدالغابہ ۲۰۶/۱ ؛طبقات ۳۶۸/۴۔

۳۔ اسدالغابہ ۲۰۵/۱۔

۴۔ طبقات ۳۶۸/۴؛اسدالغابہ ۲۰۵/۱۔

۵۔ استیعاب ۱/۱۴۴؛اسد الغابہ ۱/۲۰۵۔

براء بن عازب، حضرت علی علیہ السلام اور آل محمد علیہم السلام سے اپنے جذبہ عشق و محبت کو اِس طرح اظہار کرتے ہیں: میں ہمیشہ بنی ہاشم (اہل بیتؑ) کا گرویدہ رہا ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ڈرتا رہا کہ کہیں حکومت وخلافت کو آل محمد علیہم السلام سے جدا نہ کردیں اِسی وجہ سے غم واندوہ میں غرق ہوگیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت نے اِس غم واندوہ میں مزید اضافہ کردیا، اِسی سبب میں، بنی ہاشم کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں اکٹھے ہوتے اور کبھی بزرگان قریش کے ہاں جاتا اور اُن کی سرگرمیوں کو دیکھتا اور جو حوادث آتے، اُنکو زیرنظر رکھتا! میں نے دیکھا کہ ابوبکر اور عمر نظر نہیں آرہے ہیں اچانک خبر ملی وہ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے ہیں اور تھوڑی دیر بعد خبر پہنچی کہ بعض نے ابوبکر سے بیعت کرلی ہے۔اِس خبر کو سننے کے بعد میں فوراً باہر آیا، ابوبکر وعمر اور ابوعبیدہ بن جراح کو ایک گروہ کے ساتھ دیکھا جو ابوبکر کے ہمراہ تھے اور وہ ابوبکر کو مدینہ کے کوچوں میں پھیرا رہے تھے اور جو بھی ملتا اُس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی، ابوبکر کے ہاتھ سے لگادیتے اور کہتے تھے یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خلیفہ ہے اس کی بیعت کرو!

میں اِس طریقے کی بیعت کو پہلی بار دیکھ رہا تھا اور متنفر ہوگیا تھا اور نہایت سرعت سے اپنے آپ کو بیتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر پہنچایا اور اُس مقدس گھر کے دروازے پر دستک دی اور عرض کیا وہ کام ہوگیا جو کہ نہیں ہونا چاہیئے تھا کیونکہ لوگوں کو ابوبکر سے بیعت کرائی جارہی ہے

ا۔ قاموس الرجال ۲/ ۱۵۴

اس تاریخی مطلب سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ براء بن عازب، آل محمد علیہم السلام سے بہت عشق ومحبت کرتے تھے اور اُس ہی زمانے میں جبکہ بہت سے لوگوں نے عظمتِ آل محمد علیہم السلام کو جاننے کے باوجود، سردمہری کا ثبوت دیا تھا، مگر اُنھوں نے حمایت ونصرتِ آل محمد علیہم السلام میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

راوی ولایت

اہل بیت اطہار علیہم السلام کی حمایت اور اطاعت کے علاوہ براء بن عازب کو جو اعزاز نصیب ہوا وہ، واقعہ غدیر خم کو نقل کرنا ہے اور اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کا مسلمانوں کا رہبر اور جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتخب کرنا ہے۔

ابن جوزی فرماتے ہیں: براء بن عازب نقل کرتے ہیں: غدیر کے روز، ظہر کے وقت، نماز ظہر کا اعلان کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کیا اور نماز کے بعد حضرت علیؑ کے ہاتھ کو تھاما اور اُسے بلند کرکے فرمایا: **من کنت مولاہ فهذا علي مولاہ** یعنی جس کا میں رہبر وسردار ہوں یہ علیؑ اس کا رہبر وسردار ہے۔

بلافاصلہ عمر بن خطاب، حضرت علیؑ کے حضور میں، تہنیت وتبریک کیلئے حاضر ہوئے اور آنخضرتؑ سے عرض کیا: اے ابوطالب کے فرزند مبارک ہو، آج سے تم ہر مسلمان مرد وزن کے رہبر وپیشوا ہو(۱)

ا۔ تذکرۃ الخواص، ۲۹۔

اس بناپر براء بن عازب غدیر خم کی حدیث نقل کرنے والوں میں شامل ہیں اسی وجہ سے آپ کی حالتِ غم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد، بہت سے مسلمانوں سے جدا تھی کیونکہ وہ شخصی طور پر غدیر خم کے واقعات سے اور حضرت علی علیہ السلام کا، مسلمانوں کی رہبری و پیشوائی کیلئے معین کرنے کے عینی شاہد تھے۔ اسی خاطر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ہمیشہ مضطرب رہے اور چین و آرام حاصل نہ کر سکے ؟!

بہر حال براء بن عازب، حضرت علیؑ کی پیروی کی بناپر، جب مسلمانوں کی مرکزی حکومت حضرت علی علیہ السلام کی بصیرت کی بناپر، کوفہ منتقل ہوئی تو براء بن عازب نے کوفہ کو اپنا مسکن بنایا اور آنحضرتؑ کے ساتھ تین جنگوں (جنگ جمل، صفین، نہروان) میں شرکت کی۔ یہاں تک کہ ۷۲ ہجری قمری میں اَسّی سال سے زیادہ عمر کرنے کے بعد، اپنی آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ مصعب بن زبیر کی حکومت کے دوران کوفہ میں، وفات پائی اور وہاں دفن ہوئے (۱)

۱۔ استیعاب ۱/۹۴۵؛ طبقات ۴/۳۶۸؛ اسد الغابہ ۱/۲۰۵۔

خالد بن سعید، شریف نوجوان

خالد بن سعید بن عاص کا تعلق بنی امیہ کے خاندان سے تھا. اِس خاندانِ بد سرشت کو قرآن مجید نے ''شجرہ خبیثہ''(۱) کے نام سے یاد کیا ہے۔ سعید بن عاص اِسی خاندان کے بزرگوں میں سے تھا اور اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا اور بتوں کی پرستش کا طاقتور ترین حامی تھا۔ سعید نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اسلام کو قبول نہیں کیا اور کفر کی حالت میں موت پائی۔

سعید بن عاص کے تین بیٹے ابان، خالد اور عمرو تھے۔ سعید بن عاص نے یہ کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ اُس کے بیٹے دین اسلام قبول کرلیں گے، مگر سعید کی سوچ و بچار کے برعکس اُس کے ہر تین بیٹے مسلمان ہو گئے۔ ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے خالد تھا۔ خالد کو اوائل اسلام کے بزرگ مسلمانوں میں شمار کیا جاتا ہے، بعض اُسے تیسرا، چوتھا یا پانچواں شخص جانتے ہیں کہ جس نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے درخت حنظل کا میوہ جو تلخ ہوتا ہے اور اگر یہ میوہ شیریں پیدا ہو جائے تو دوسروں کیلئے حیرت اور تعجب کا باعث بن جاتا ہے کیونکہ اُس کا والد کافر اور مشرک لیکن اس کا فرزند اِس طرح کا گراں قدر انسان بن جائے

۱۔ ابراہیم ۲۶/

اِسی لئے خالد کیلئے اِس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وہ بنی اُمیہ کا شریف نوجوان اور اس قبیلے کا پہلا شخص تھا جس نے اسلام قبول کیا تھا(۱)

ایک فیصلہ کن خواب

ہر انسان کی زندگی میں آرزوئیں اور تمنائیں چھپی رہتی ہیں اور اس ضمن میں کوشش وتلاش کی جائے تو اچھے نتائج سامنے آسکتے ہیں ۔ ممکن ہے ایک صادقانہ خواب کی تعبیر ایک اچھی صورت میں آشکار ہوجائے یا الہام قلبی ملے یا ایک حادثہ آشکار ہوجائے مگر جو قابل توجہ امر ہے وہ یہ ہے کہ اُن موارد کی اہمیت کا انکار نہ کرے، اُن کو چھوٹا نہ جانے ، اُن کو اہمیت دیئے بغیر نہ گذر جائے ، کیونکہ اِس طرح کے واقعات، راستوں کے کنارے لگے ہوئے علامتوں کے بورڈ کے مانند ہوتے ہیں، جو راستے کے راہیوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

جو خواب خالد بن سعید نے دیکھا تھا ، وہ ایسا تھا کہ جس کی خاطر وہ ، دُنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہوگیا۔اُن ایام میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ، لوگوں کو پنہانی طریقے سے اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور صرف چند لوگوں نے دین اسلام کو قبول کیا تھا. ایک رات خالد نے خواب دیکھا، ایک بلند اور خطرناک چوٹی پر کھڑا ہوا ہے اور آگ کے شعلے وہاں سے بلند ہورہے ہیں اور سعید کا والد چاہتا ہے اُسے آگ میں گرادے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے پکڑے ہوئے تھے اور اسے آگ میں گرنے سے بچادیا۔

۱۔ طبقات ۹۵/۴؛ اسد الغابہ ۸۲/۲ ؛ استیعاب ۳۹۸/۱؛ تاریخ طبری ۱۶۸/۳؛ کامل ابن اثیر ۶۰/۲؛ الاصابہ ۴۰۶/۱؛ سفینۃ البحار ۴۰۵/۱؛ تنقیح المقال ۳۹۱/۱۔

خالد خوف کے مارے خواب سے بیدار ہوا اور خود سے کہنے لگا، یہ خواب سچا اور صحیح ہے۔ صبح ابوبکر سے ملاقات کی اور اُس کے آگے خواب بیان کیا۔ ابوبکر نے کہا خیر ہے، خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم اسلام کو قبول کرو گے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی خاطر آنحضرتؐ اسے جہنم کی آگ سے بچائیں گے۔ اِس گفتگو کے بعد خالد بن سعید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپؐ، لوگوں کو کس بات کی دعوت دے رہے ہیں اور آپؐ کا آئین کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو اللہ واحد، لاشریک کی عبادت اور اپنی نبوت کی دعوت دیتا ہوں اور لوگوں کو بتوں کی عبادت جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، نہ نفع اور نہ ہی نقصان پہنچاتے ہیں، سے منع کرتا ہوں۔

خالد جو کہ پہلے سے راہ نور کیلئے آمادہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام محکم اور استوار، منطق کے طریقے سے اسلام کو اپنے دل و جان سے قبول کرلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے ایمان قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے کیونکہ بنی اُمیہ کے بزرگوں کے ایک فرزند، جس نے اسلام کو قبول کرلیا تھا۔

جب اُسکے والد کو اپنے بیٹے کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع حاصل ہوئی تو اس پر غیض و غضب طاری ہوگیا، کینہ کی بنا پر دانتوں کو پیستے ہوئے اپنے دوسرے بیٹوں کو اپنے غلام کے ہمراہ خالد کو لانے کیلئے بھیجا. اُنھوں نے خالد کو ڈھونڈ نکالا اور اس کو والد کے پاس لے آئے. خالد جب اپنے والد کے پاس حاضر ہوا، تو ایک طوفانی منظر پیدا ہوگیا تھا۔ جب باپ نے خالد کو دیکھا تو اُسکی سخت انداز سے سرزنش شروع کردی اور ساتھ ہی اُس کے ہاتھ میں جو لاٹھی تھی، اُس کے

سر وصورت پر اندھا دھن برسانا شروع کردی، یہاں تک کہ لاٹھی ٹوٹ گئی، اس کے بعد طیش میں آکر چیخ پڑا :

کیا تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی شروع کردی، جبکہ تو نے دیکھ لیا ہے کہ وہ اپنے قوم (قریش) کے خلاف کھڑا ہو گیا ہے اور اُس کے دین کی خاطر قریش کے خداؤں اور اُن کے گذشتگان کی برائی کر رہا ہے؟

خالد جو ایمان، شجاعت اور عشق ومحبت سے سرشار تھا، شجاعت کے ساتھ، شک وتردید کے بغیر، آبرومندانہ جواب دیا:

خدا کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی دعوت میں راستگو اور امین ہیں اور اُسی وجہ سے میں اُن کی پیروی کر رہا ہوں خالد کا باپ بہت زیادہ غضبناک ہو گیا اور قریب تھا کہ نا اُمیدی کی خاطر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اِسی وجہ سے اُس نے اپنے بیٹے کو دشنام اور گالیوں سے نوازنا شروع کردیا اور کہا : جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ، اب اس کے بعد، یہاں سے تجھے کچھ نہیں ملے گا۔ خالد نے کہا: اگر پانی وغذا کو روک لیا ہے، تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ضرور مجھے روزی عطا کرے گا۔

اِس گفتگو کے بعد خالد کے باپ نے حکم دیا کہ اُسے قید میں ڈال دو، اور روٹی پانی سے اُسے محروم رکھو۔ مکہ کی گرم ہواؤں میں تین دن ورات، قید وبند کی صعوبت برداشت کی، یہاں تک کہ اُسے ایک موقع میسر آیا اور وہ قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ خالد کے باپ نے اپنے دوسرے بیٹوں سے کہا: اگر تم نے خالد سے بات چیت کی، تو تمھارے ساتھ بھی یہ ہی سلوک کروں گا۔ اِس بنا پر خالد کا رابطہ اپنے خاندان سے منقطع ہو گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل گیا اور رات دن آنخضرتؐ کے حضور میں زندگی گذارنے لگا۔

خالد نہ تنہا اپنے والد کی طرف سے سخت دباؤ میں تھا بلکہ جب اُس کے اسلام لانے کی خبر، مکہ میں پھیلی تو قریش کے بزرگوں نے بھی اسے دھمکیاں دینا شروع کردیں، مگر وہ بلند پہاڑ کی مانند دشمنان اسلام کے سامنے محکم کھڑا رہا۔

ایک دن ابوسفیان نے جب خالد کو دیکھا تو کہنے لگا: خالد تم نے مسلمان بن کر اپنے خاندان کی شرافت کو ختم کردیا۔ خالد نے جواب دیا : اشتباہ کر رہے ہو بلکہ میں نے تو اِس عمل سے شرافت کی اَساس کو محکم اور اُس کو تکمیل کیا ہے!

ابوسفیان کو ایسے جواب کا انتظار نہ تھا تو اُس نے دھمکی دی اور کہا: تم ابھی نوجوان ہو اگر تھوڑا سا شکنجہ تم نے دیکھ لیا تو اپنی شرافت کی بنیاد کو چھوڑ بیٹھو گے (۱) (یعنی اسلام پر، ایمان سے دستبردار ہو جاؤ گے)

ہر میدان میں خالد کا حضور

خالد اسلام قبول کرنے کے بعد ہر میدان میں عملی طور پر حاضر تھا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے

ہجرت حبشہ

جب مکہ کے مشرکوں اور بت پرستوں نے مسلمانوں کو بہت زیادہ اذیت دینا شروع کردی تو مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ حبشہ کی جانب ہجرت کریں تاکہ وہاں کے بادشاہ کی پناہ میں امن وامان سے رہ سکیں۔ اُس کے بعد مسلمانوں کا ایک گروہ

۱۔ طبقات ۹۴/۴؛ اسد الغابہ ۸۲/۲؛ استیعاب ۴۰۲/۱؛ البدایۃ والنہایۃ ۳۲/۳؛ حیاۃ الصحابۃ ۹۱/۱؛ الاصابۃ ۴۰۶/۱ ؛ الدرجات الرفیعہ ۳۹۲ ؛ انساب الاشراف ۲۵/۴ ؛ سیرہ ابن ہشام ۱۷۵/۱۔

حبشہ کی جانب روانہ ہوگیا اگر چہ ایک عرصے بعد حبشہ میں افوا پھیلی ، جس کے سبب مسلمان دوبارہ مکہ لوٹ آئے اور جب مکہ میں داخل ہوئے، تو افواہ کو بے اساس پایا۔ اس وجہ سے وہ دوبارہ حبشہ ہجرت کر گئے ۔

تاریخ اسلام میں اِس ہجرت کو دوسری ہجرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ خالد اپنی بیوی اور بھائی عمرو کے ہمراہ اِس گروہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی۔ دس سال سے زیادہ حبشہ میں رہنے کے بعد فتح خیبر کے بعد مدینہ لوٹ آئے (۱)

کاتب پیغمبر اکرم

خالد بن سعید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وفرمان لکھنے والوں میں شامل تھے۔ بہت سے خطوط، رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے قبائل عرب اور اُن کی بزرگ شخصیتوں کو روانہ کئے تھے ، وہ مراسلے خالد کی تحریر سے لکھے ہوئے تھے جو خالد کی باعظمت شخصیت کو بیان کرتی ہے۔

تاریخ اسلام میں ایسے شواہد موجود ہیں کہ اِن مراسلوں کی بدولت کئی قبائل نے اسلام قبول کیا، اِن میں سے ایک مثال قبیلہ ثقیف کی ہے (۲)

۱۔ طبقات ۹۹/۴؛ حیاۃ الصحابہ ۵۳۰/۱؛ سفینۃ البحار ۲۰۴/۱؛ تاریخ طبری ۵۷۰/۳؛ البدایۃ والنہایۃ ۱۴۳/۴؛ سیرہ ابن ہشام ۲۳۸/۱۔

۲۔ تاریخ طبری ۲۱۸/۲؛ کامل ابن اثیر ۳۱۳/۲؛ طبقات ۹۴/۴؛ حیاۃ الصحابہ ۲۷۲/۱؛ البدایۃ النہایۃ ۲۹/۵۔

یمن میں مامور ہونا

خالد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے زکوٰۃ کی جمع آوری کے لئے، یمن میں مامور ہوئے. جب خالد یمن روانہ ہو رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر عرب عوام کے ایک گروہ کے پاس پہنچو اور وہاں اذان کی آواز سنو تو اُن پر اعتراض نہ کرو مگر جہاں بھی اذان کی آواز سنائی نہ دے، تو اُس گروہ کو اسلام کی دعوت دو. خالد نے یمن میں یہ ذمہ داری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک انجام دی(۱)

حضرت علیؑ کے ساتھ

خالد، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل مطہر علیہم السلام سے بہت زیادہ عقیدت و عشق رکھتے تھے. حضرت علی علیہ السلام کے مخالفوں کے ساتھ آپ نے کوئی بھی سمجھوتہ، سازش و معاملہ نہیں کیا اور ہرگز اُن کی بیعت نہیں کی، بلکہ ہمیشہ حضرت علی علیہ السلام کی حمایت کرتے رہے، اور اس حمایت کے سلسلے میں پُرسوز اور اَثر انگیز سخن اپنی زبان پر جاری کیا، جو کہ تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گئے ہیں(۲)

۱۔ کامل ابن اثیر ۱/۳۳۶؛ طبقات ۴/۲۹۶؛ تاریخ طبری ۴/۱۷۳؛ حیاۃ الصحابہ ۱/۱۶۶۔

۲۔ ارشاد مفید ۸۴؛ قاموس الرجال ۴۸۰۳؛ الدرجات الرفیعہ ۳۹۳؛ اسد الغابہ ۲/۷۳؛ استیعاب ۱/۴۰۰؛ حیاۃ الصحابہ ۲/۱۵۷؛ تنقیح المقال ۱/۳۹۱؛ احتجاج طبرسی ۱/۴۷؛ بحار الانوار ۲۸/۲۰۲؛ شرح نہج البلاغہ ۲/۵۸۔

اعلیٰ انجام

خالد وہ شخص تھے جو خانہ نشینی، آرام اور دنیوی ظواہر سے دُور اور بے وفائی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور ہمیشہ، اسلام عزیز کی ترقی کیلئے، جدوجہد میں مشغول رہے وہ دل و جان سے ہر میدانِ نبرد میں مصروف رہتے تھے۔ اُن میں سے ایک جنگ جو محرم ۱۴ ہجری میں منطقہ ''مرج الصُفّر'' میں واقع ہوئی تھی۔ جنگ سے قبل کی رات خالد نے فرمایا: مجھے الہام ہوا ہے، میں اِس جنگ میں شہید کر دیا جاؤں گا۔ یہ جنگ، سپاہ اسلام اور رومیوں کے درمیان تھی۔ سپاہ اسلام میں ، خالد وہ دوسرا مجاہد تھا جو اِس میدان جنگ میں شہید ہو گیا اور شہادت کا بہترین تحفہ، اللہ تعالیٰ نے خالد کو عطا کیا (۱)

۱۔ تاریخ طبری ۱۸۸/۴؛ کامل ابن اثیر ۴۰۲/۲؛ استیعاب ۴۰۰/۱؛ طبقات ۹۹/۴۔

خبّاب بن اَرَتّ، فولادی نوجوان

خباب بن ارت کی کنیت ابو یحیی یا ابو عبداللہ تھی۔ وہ شروع ہی میں اسلام لانے والے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ مکہ میں، قبیلہ خزاعہ یا بنی زہرہ میں ایک خاتون کے غلام تھے۔ خباب تلوار کی اصلاح اور آہن گری کا کام کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اِس جوان سے ملاقات کیا کرتے اور اُس سے محبت بھی کرتے تھے۔ خباب بھی اپنے باطن کی صفائی اور پاکیزگی دل، کی بنا پر بعثت کے آغاز ہی میں رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایمان لانے والوں میں چھٹے مسلمان تھے۔ اُن کا ایمان نہایت محکم و مضبوط تھا۔ کوئی بھی شکنجہ اُن کے ایمانی راستے میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ اور وہ دین واعتقاد پر ہمیشہ قائم رہے۔

مکہ کے مشرکوں نے آپ اور آپ جیسے بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے آہنی ذرہ پہنا کر اُن کو جھلسا دینے والی دھوپ میں بیٹھا یا دیتے تھے۔ آپ کو مکہ کی گرم ریت پر لیٹنے پر مجبور کیا جاتا، لیکن اُس کے باوجود، اِس سرفروش کو حرارت سورج اور تپتی ہوئی گرم ریت پر لٹانے کے

باوجود، آپ کے ایمانی جذبات کو متزلزل نہ کر سکے۔ جب دشمنان اسلام نے یہ دیکھا کہ اِن شکنجوں سے آپ پر کوئی اَثر نہیں ہورہا ہے، تو آگ جلا کر، خباب کے جسم کو برہنہ کر کے، اُس کو سینے اور کمر کے بل انگاروں پر لٹایا جاتا۔

خباب کہتے ہیں: اِس دوران قریش میں سے کوئی شخص میرے سینے پر، قدم رکھتا، یہاں تک میرے بدن سے آگ خاموش ہوجاتی تھی۔ آگ کے یہ نشان برص کی طرح خباب کی پشت پر دکھائی دیتے تھے !

جب عمر بن خطاب خلافت کے عہدے پر تھے، تو ایک دن خباب کو دیکھا تو وہ شکنجے جو خباب بن ارت نے برداشت کیئے تھے اُس کو یاد کیا، اُس نے خباب سے اُن شکنجوں کے بارے میں استفسار کیا؟ خباب نے کہا: میری پشت پر نگاہ کریں! جب عمر بن خطاب نے اُس کی پشت کو دیکھا تو کہنے لگا: ابھی تک اِس طرح کی چیز کو، میں نے نہیں دیکھا !

شعبی نے کہا ہے: خباب اُن میں سے تھے جو مشرکوں کے شکنجوں کے مقابل، صابر اور بردبار رہے اور ہرگز حاضر نہ ہوئے کہ جو ایمان اللہ اور اسکے رسولؐ پر تھا اُس سے کوتاہی برتے. جب مشرکوں نے آپ کی استقامت کو ملاحظہ کیا، تو پتھروں کو گرم کیا اور آپ کی پشت پر رکھ کر اِس قدر دبایا کہ کمر کا گوشت جل کر پگھل گیا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ خباب ''ام انمار'' نامی خاتون کے غلام تھے۔ جب اُس خاتون نے خباب کے مسلمان ہونے کی خبر سنی، تو وہ لوہے کو گرم کرتی اور اُس کو خباب کے سر پر رکھ دیا کرتی! اُس خاتون نے چاہا کہ اِس طریقے سے اُس کے دل سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو ختم کرائے اور اسلام کو اُس کے دل سے نکال دے۔

خباب نے اِس شکنجہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہار کیا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے اُس کیلئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی **"اللھم انصر خُبّاباً"** یااللہ! خباب کی نصرت فرما! اِس دعا کے بعد وہ خاتون ایسے درد سر میں مبتلا ہوئی کہ درد کی تکلیف سے کتّوں کے بھونکنے کی طرح آوازیں نکالنے لگی۔ اُس خاتون سے کہا گیا کہ اِس درد کا علاج صرف یہ ہے کہ لوہے کو گرم کر کے سر پر رکھے، اسی خاطر اُس خاتون نے، خباب کو حکم دیا کہ لوہے کو گرم کر کے اُس کے سر پر رکھے۔

جب حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین کے لئے روانہ ہوئے تو خباب اُن دنوں بیمار تھے، اِس وجہ سے جنگ صفین میں شرکت نہ کر سکے، اُسی بیماری میں خباب کی موت واقع ہوگئی!

حضرت علی علیہ السلام جب جنگ صفین سے پلٹے تو آپؑ خباب کی موت سے آگاہ ہوئے تو آپکے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ خباب بن ارت پر رحم فرمائے وہ عشق ورغبت سے اسلام لایا اور اطاعت کے ساتھ مہاجرت کی اور اپنی زندگی، قناعت سے گذاری۔

مشہور قول کے مطابق خباب ۳۷ ہجری میں کوفہ میں چل بسے اور آپکی وصیت کے مطابق کوفہ سے باہر دفن ہوئے۔ آپ پہلے شخص تھے جو کوفہ سے باہر دفن ہوئے تھے۔ اس سے قبل جو بھی مسلمان دُنیا سے جاتا، اُس کو اپنے گھر میں یا کوچے کے پاس دفن کر دیتے تھے لیکن خباب کے دفن کے بعد جو بھی فوت ہوتا، تو اُسے کوفہ کے باہر سپرد خاک کر دیا جاتا(۱)

۱۔ الاصابہ ۱/۴۱۶؛ حلیۃ الاولیاء ۱/۱۴۳؛ صفۃ الصفوۃ ۱/۱۶۸؛ الاعلام، زرکلی ۲/۳۰۱؛ استیعاب ۱/۴۲۳؛ بحارالانوار ۲۲/۳۲۵ و ۳۳۹؛ خصال ۱/۱۵۰؛ سفینۃ البحار ۱/۳۷۳۔

زید بن حارثہ، وہ نوجوان جو ہمیشہ رسولؐ اکرم کے ساتھ رہا

زید بن حارثہ بن شرجیل کلبی، جید اصحاب رسول میں سے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کے بعد اسلام لانے والے دوسرے مرد تھے۔

حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہ کے بھتیجے تھے، شام کے سفر سے چند غلام خرید کے مکہ تشریف لائے تھے اور زید ان غلاموں میں سب سے کم سن تھے۔ حضرت خدیجہؑ، حکیم کی ملاقات کو گئیں اُس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہو چکی تھیں۔ حکیم نے اپنی پھوپھی سے کہا: اُن غلام بچوں میں جس کو چاہیں، آپ لے سکتی ہیں۔ حضرت خدیجہؑ نے زید کا انتخاب کیا اور اُسے اپنے گھر لے آئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زید کو دیکھا تو حضرت خدیجہؑ سے کہا کہ اُس کو مجھے بخش دو۔ حضرت خدیجہؑ نے زید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے سپرد کر دیا۔ رسولؐ اللہ نے اُسے آزاد کر کے، اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ واقعہ بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کا ہے۔

حارثہ جو زید کے والد تھے وہ اپنے بیٹے کی دُوری اور فراق سے بہت بیتاب تھے اور اُس کی

جدائی میں آہ وزاری میں اپنے دن گذار رہے تھے اور اُس کے فراق میں شعر بھی کہے تھے جس وقت اطلاع ملی کہ اُسکا بیٹا مکہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہے تو وہ آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوا تا کہ اپنے بیٹے کو حاصل کر سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کو اپنے والد کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی مگر زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی رہنے کو ترجیح دی۔ اِسی بنا پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی رہے۔ جنگ موتہ میں اسلامی سپاہ کے علمدار اور سردار تھے اور اُسی جنگ میں شہید ہوئے (١)

بعض تاریخ نگار، تحریر کرتے ہیں: زید کی عمر آٹھ برس تھی جب حضرت خدیجہؑ نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دیا تھا، تو اِس بنا پر زید عمر میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیس سال چھوٹے اور آنحضرتؐ کی عمر اَٹھائیس برس تھی یعنی حضرت خدیجہؑ سے ازدواج کے تین برس بعد اور بعثت سے بارہ برس پہلے، یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

١۔ الاصابہ ١/٥٦٣؛ صفۃ الصفوۃ ١/١٤٧؛ تاریخ بغداد ١/٣٦٣؛ الروض الانف ١/١٦٤؛ الاعلام ٣/٥٧؛ سیرہ ابن ہشام ١/٢٤٧؛ نہایۃ الارب ١٦/١٨٤؛ عیون الاثر ١/٩٤؛ تاریخ اسلام ١/١٣٨۔

٢۔ اسد الغابہ ٢/٢٤٤۔

٣۔ سیرہ النبی ١/٢٦٦؛ تاریخ پیامبر اسلام ٧٧۔

عباد بن بشر، نوجوان باایمان

عباد بن بشر اشہلی خزرجی انصار مدینہ اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ تمام جنگوں میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ تھے۔ مسلمان قبائل کے درمیان صدقات اور زکوٰۃ کی جمع آوری کیلئے مامور تھے۔ جنگ تبوک میں نگہبانی پر مامور ہوئے تھے اور ۱۲ ہجری میں جنگ یمامہ میں مقام شہادت حاصل کیا (۱)

جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں؛ جب غزوہ ''ذات الرقاع'' کے دوران ''نخل'' نامی توقف گاہ پر سپاہ اسلام پہنچی تو ایک مسلمان نے ایک مشرک خاتون کو پکڑ کر قیدی بنالیا۔ جب اس کا شوہر پلٹا تو اُسے علم ہوا کہ اُس کی بیوی کو اسیر بنالیا گیا ہے۔ تو اُس نے قسم کھائی: جب تک کسی ایک مسلمان کا خون نہیں بہا دیتا اپنے گھر واپس نہیں جائے گا۔ اور اس ارادے کے ساتھ اس نے سپاہ اسلام کا پیچھا کیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات میں آرام کیلئے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور فرمایا: آج رات سپاہ کی حفاظت کی ذمہ داری کون قبول کرے گا؟

۱۔ الاعلام، زرکلی ۳/۲۵۷؛ طبقات ۳/۱۷؛ الاصابہ ۲/۲۶۳؛ تہذیب التہذیب ۵/۹۰۔

عمار یاسر نے مہاجروں سے اور عباد بن بشر نے انصار مدینہ سے، اِس ذمہ داری کو قبول کیا اور اُس کے بعد وہ درہ کے دھانہ پر پہنچے۔ پہلی آدھی رات کی نگہبانی کی ذمہ داری کا عہدہ عباد بن بشر نے قبول کیا اور اُس کے بعد کے حصّہ کی ذمہ داری عمار بن یاسر نے قبول کی۔ اِس بنا پر عمار سو گئے اور عباد نے جگہ کو محفوظ سمجھ کر، نماز پڑھنا شروع کر دی۔

اس درمیان وہ مشرک مرد وہاں پہنچ گیا اور جب اُس نے پاسدار، سپاہ اسلام کو دیکھا تو اُس نے عباد کا نشانہ باندھا اور اُس پر ایک تیر برسایا اور وہ تیر اُس کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ عباد نے نماز کو ترک نہیں کیا اور اِسی حالت میں اُس تیر کو اپنے بدن سے نکال دیا۔ اُس مشرک مرد نے دوسرا تیر بھی آپ پر چھوڑا، وہ بھی عباد کے جسم پر پیوست ہو گیا لیکن عباد نے اُسکے باوجود نماز کو ترک نہ کیا اور جب تیسرا تیر جسم پر اصابت کر گیا تو آپ نے رکوع و سجدے انجام دیئے اور اپنی نماز کو مکمل کیا۔

اس حالت میں عباد نے، عمار کو بیدار کیا اور کہا: اب مجھ میں طاقت نہیں کہ اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکوں۔ عمار جاگ پڑے اور وہ مرد مشرک سمجھ گیا کہ نگہبان دو لوگ ہیں، تو وہ بھاگ پڑا۔ عمار نے جب عباد کو خون آلود دیکھا تو پوچھا سبحان اللہ، جب پہلا تیر تجھے لگا مجھے کیوں بیدار نہیں کیا؟ عباد نے کہا، میں اِس وقت سورہ کی تلاوت کر رہا تھا ، دل نہیں مانا اِسے قطع کروں لیکن جب دوسرا اور تیسرا تیر میرے بدن میں پیوست ہو گیا، تو تجھے بیدار کیا، خدا کی قسم! اگر یہ علم ہوتا کہ انجام ماموریت میں کوتاہی نہیں ہو رہی ہے اور دشمن حملہ آور نہیں ہوگا، تو کبھی بھی سورہ کہف کی تلاوت کو نہ چھوڑتا اگر چہ میری سانس اُکھڑ جاتی، جان بھی چلی جاتی (۱)

۱۔ سیرہ ابن ہشام ۱۵۰/۲؛ تاریخ پیامبر اسلام ۳۷۳۔

جابر، نوجوان پیام رسان

جابر بن عبداللہ انصاری، انصار مدینہ اور قبیلہ خزرج سے تھے۔ اُن کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوعبدالرحمٰن تھی. آپ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چودہ سال پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ میں تعلیم دین کیلئے مصعب بن عمیر کو بھیجا تو تاریخ اسلام میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا اور مدینہ کے لوگوں کے دلوں میں اسلام کے لئے ذوق شوق پیدا ہوگیا ۔ اسی وجہ سے مدینہ کے مسلمان، مراسم حج کیلئے، ہر لمحہ گننے لگے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نزدیک سے زیارت کی جاسکے ۔آخرکار انتظار کی سخت گھڑیاں ختم ہوئیں اور موسم حج آ گیا ۔ مدینہ سے قافلہ مکہ روانہ ہوا، اِس قافلے میں ، ۷۳ مسلمان بھی موجود تھے۔ بعثت کا بارواں سال تھا اور ذی الحجہ کی تیرھویں شب تھی، ابھی رات کا کچھ حصّہ گذرا تھا کہ مدینہ کے مسلمان عقبہ کے نچلے علاقے میں جمع ہوئے، گفتگو کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور عہد و پیماں کیا کہ پوری

۱۔ الاعلام، زرکلی ۱۰۴/۲

قدرت کے ساتھ آنحضرتؐ کا دفاع وحمایت کریں گے ۔ جلسہ کے بعد آنحضرتؐ نے مدینہ کے مسلمانوں کی سرپرستی کیلیئے بارہ مسلمانوں کو منتخب کیا(۱)

اس رات سولہ سالہ نوجوان، جابر کو دیکھا جاسکتا تھا جو اپنے والد کے ہمراہ، اِس تاریخی بیعت میں شامل تھا(۲)

وہ اپنے والد کی مانند دین اسلام کے آغاز کے ایام میں اسلام لانے والوں میں شامل تھے اَٹھاراں جنگوں میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ، اسلام کا دفاع کیا۔ خود جابر فرماتے ہیں کہ جنگ بدر اور احد کے علاوہ تمام جنگوں میں شرکت کی ہے(۳)

علم ودانش سے سرشار جابرؓ

جابر نہ صرف میدان جنگ و جہاد میں ایک دلا ور و بزرگ شخص تھے، بلکہ میدان علم ودانش اور معارف میں بھی بلند شخصیت کے حامل تھے ۔ یہ علم ودانش اور معارف کے خزانے اُنھوں نے خاندان رسالت سے حاصل کئے تھے.اُن علوم کے یہ پُر جوش خزانے کو، خاندان رسالت کے وسیلے سے، اپنے سینے میں موجود رکھے تھے۔ مورخین کہتے ہیں: جابر اُن لوگوں میں سے ایک ہیں، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے شمار حدیثیں نقل کی ہیں(۴)

۱۔ طبقات ۵۶۱/۳

۲۔ اسد الغابہ ۲۵۷/۱؛ استیعاب ۲۲۳/۱؛ اختیار معرفۃ الرجال ۴۳۔

۳۔ اسد الغابہ ۲۵۷/۱؛ الاصابہ ۲۱۴/۱؛ استیعاب ۲۲/۱۔

۴۔ الاصابہ ۲۱۴/۱؛ اعیان الشیعہ ۴۶/۴۔

جابر اُن لوگوں میں شامل تھے کہ جن کی طرف عام مسلمان اپنے دینی مسائل، رجوع کر کے حل کرواتے تھے(۱) اور وہ مسجد النبی میں علم کے طالبوں کیلئے، دروس کی مجلسیں برپا کرتے اور علم دانش کے پیاسوں کو اپنے وجود سے سیراب کرتے تھے(۲)

خاندان رسالت سے وابستگی

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایسے بھی تھے جو مسلمانوں کے درمیان بہت محبوب اور مشہور تھے اُن میں ایک جابر بن عبداللہ انصاری تھے ۔ اِس محبوبیت کی وجہ خاندانِ رسالت سے عمیق معنوی رابطہ تھا.وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کے ساتھ رہے۔حساس ودُشوار شرائط میں بھی، ذوق محبت کو ثابت رکھا۔

اِسی خالصانہ رابطہ کی بنا پر امام صادق علیہ السلام نے جابر کے بارے میں فرمایا: جابر ہمارے خاندان کے بارے میں وفادار اور مخلص تھے(۳)

اسی اَساس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، رحلت کے بعد ہمیشہ خاندان رسالت کے ساتھ رہے اور جنگ صفین میں، لشکر حضرت علیؑ کے یاوروں میں شامل تھے(۴)

وہ جنگ کے میدانوں میں ہی نہیں بلکہ تمام محاذوں پر کوشش وتلاش کیا کرتے۔ابوزبیر نے اُن کے بارے میں فرمایا ہے:۔

۱۔ حیاۃ الصحابہ ۳/۷۸۷۔

۲۔ اعیان الشیعہ ۴/۴۷؛ الاعلام، زرکلی ۲/۱۴۰۔

۳۔ اختیار معرفۃ الرجال ۴۳؛ تنقیح المقال ۱/۱۹۹۔

۴۔ اعیان الشیعہ ۴/۶۹؛ اسد الغابہ ۱/۲۵۷۔

جابر اپنے عصا کے سہارے گلی کوچوں میں اور انصار کی مجالس میں جا کر کہتے تھے: علیؑ بہترین انسان ہیں، جو بھی اِس حقیقت کا اِنکار کرے، اُس نے حق کا قتل کیا ہے! اے گروہ انصار ! اپنے بچوں کی، علیؑ کی محبت پر پرورش دو(۱) ابوزبیر کہتے ہیں: میں نے جابر سے پوچھا: علیؑ کیسے شخص تھے؟ جابر کے اَبرو اُس وقت اُس کی آنکھوں پر گرے ہوئے تھے، اُس نے اُن کو اُٹھایا اور فرمایا: علیؑ روی زمین، بہترین بشر ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقوں کو علیؑ کی دشمنی کی بنا پر پہچان لیا کرتے تھے (۲) جابر سے حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کرنے اور اُن سے جنگ کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ جابر نے فرمایا: علیؑ سے جنگ کرنا حرام ہے، کافروں کے علاوہ حضرت علیؑ کے بارے میں کوئی بھی شک و تردید نہیں کرتا(۳) اِس جیسے مفاہیم کے مضمون حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کی گئی ہیں(۴)

جابر کی نظر میں، اولی الامر

اولی الامر کے معانی میں بہت سے صاحبان علم اشتباہات میں گرفتار ہو گئے. اِس بنا پر ہر حکمران اگرچہ ظالم ہی کیوں نہ ہو، اُمور مملکت ہاتھ میں لینے سے، اپنے آپ کو ''اولی الامر'' جاننے لگ جاتا ہے اور عوام اس کی پیروی واطاعت کو واجب جانتے ہیں۔

۱۔ اختیار معرفۃ الرجال ۴۴۔

۲۔ مختصر تاریخ دمشق ۲/ ۴۴۷۔

۳۔ ایضا ۳/ ۱۱۲۔

۴۔ نور الثقلین ۴/ ۵۷۰؛ سفینۃ البحار ۱/ ۱۴۱؛ قاموس الرجال ۲/ ۳۱۴؛ تنقیح المقال ۱/ ۱۹۹۔

یہ خودسراور ستمگر حکمرانوں کی تقویت کا سبب بنتی ہیں کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو تاریخ کے ہر دور میں بہت ہی دُشواریوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔شیعہ یقین رکھتے ہیں کہ ہر حکمران اولی الامر نہیں ہوتا ۔ بلکہ اولی الامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ جانشین ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے متعین کئے گئے ہیں اُن کی اطاعت و پیروی، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کے برابر ہے۔

اِس بارے میں جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے جو اِس مطلب کو اظہر من الشّمس آشکار اور حقیقت کو شفاف طریقے سے واضح کرتی ہے اُنھوں نے کہا جب آیہ شریفہ ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (۱) ''اے اہل ایمان !اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ و اولی الامر کی اطاعت کرو'' نازل ہوئی تو جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: اللہ اور رسولؐ کو پہچانتا ہوں اور اُن کی اطاعت کرتا ہوں لیکن اولی الامر کون ہیں کہ اُن کی اطاعت کو، اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسولؐ کی پیروی قرار دیا ہے ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اولی الامر میرے جانشین ہیں اور میرے بعد پیشوا ہیں اُن میں سب سے پہلے علیؑ اُن کے بعد حسنؑ اور اُن کے بعد حسینؑ ،علی بن الحسین، محمدؑ بن علیؑ ، جو تورات میں باقر کے لقب سے معروف ہیں اور اے جابر تم اُن کو ضرور دیکھو گے (اس وقت تک زندہ رہو گے) جب اُن کو دیکھو، تو میرا، سلام اُن کو پہنچانا،

۱۔ النساء /۵۹

اُن کے بعد جعفرؑ بن محمدؑ ،اُن کے بعد موسیٰؑ بن جعفرؑ ،اوراُن کے بعد علیؑ بن موسیٰؑ ،اوراُن کے بعد محمدؑ بن علیؑ ،اوراُن کے بعد علیؑ بن محمدؑ ، اوراُن کے بعد حسنؑ بن علیؑ ،اوران کے بعد اُن کے فرزند جو کہ میرے نام اور میری کنیت سے پکارے جائیں گے،شرق وغرب جہان اُن کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ وہ بچپن سے ہی آنکھوں سے پوشیدہ رہیں گے۔ اُن کی غیبت طولانی ہوگی،اِس وجہ سے اکثر لوگ اُنکی امامت کے بارے میں شک وتردید میں رہیں گے مگر وہ نہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ پاکیزہ کیا ہے(۱) اِس بارے میں جابر سے کافی روایات نقل کی گئی ہیں اُن میں مشہور روایت ''لوح'' ہے،اُس میں شیعوں کے بزرگوار اماموں کو ناموں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو حقیقی اُولی الامر ہیں.بہت سے مدارک وماخذ اِس بارے میں معتبر اسلامی کتابوں میں موجود ہیں(۲)

جابر کا معاویہ سے انعام نہ لینا

جیسے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ جابر،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے خاندان مطہر سے بہت زیادہ عشق ومحبت کرتے تھے،اہل بیت علیہم السلام کے مخالفوں کے ساتھ کبھی بھی مفاہمت نہیں کی۔

جابر کسی کام کی غرض سے دمشق شام میں وارد ہوئے۔آپ نے چاہا کہ معاویہ سے ملاقات کرے۔معاویہ کو بھی علم تھا کہ جابر خاندان رسالت سے بڑی گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ایک مدت تک اُسے انتظار میں رکھا،اُس کے بعد آپ کو ملاقات کی اجازت دی گئی۔جب جابر،

۱۔ تفسیر صافی ۱/۳۶۶؛ کمال الدین وتمام النعمة ۱/۳۶۵۔

۲۔ عیون اخبار الرضا ۱/۴۰؛ بحاالانوار ۳۶/۱۹۳؛ کمال الدین ۱/۴۲۳۔

معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو معاویہ سے خطاب کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا آپؐ نے فرمایا؛ جو، نادار اور حاجت مند کو راہ نہ دے اور اُس کی مشکلات کو نہ سمجھے اور دُور نہ کرے، تو اللہ بھی اُسے اُس دن، جو روز حاجت اور پریشانی والا ہوگا، تو اُسے اپنی رحمت سے دُور رکھے گا۔

معاویہ، جابر کی اس گفتگو سے برہم اور ناراض ہوگیا اور کہنے لگا، اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ: میرے بعد تمھارا، ایسی حکومت سے واسطہ پڑے گا کہ اُن کے ظلم کے آگے برداشت اور صبر کرنا ہوگا۔

جابر نے کہا تم سچ کہتے ہو، جو میں نے فراموش کیا تھا، مجھے یاد دلا دیا ہے، یہ جملہ کہا اور معاویہ کے محل کو ترک کر دیا۔ اور شام سے روانہ ہوگئے .معاویہ نے اپنی خطا کی تلافی کے خاطر چھ سو دینار، جابر کے لئے روانہ کئے، لیکن جابر نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور دینار لانے والے سے کہا، معاویہ سے کہنا، اے جگر خوار کے بیٹے! ہرگز میں، تیرے نامہ اعمال میں، نیک عمل کے ثبت ہونے کیلئے وسیلہ نہیں بنوں گا (۱)

پیام رسانِ رسولؐ اللہ: جابر کے افتخارات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلام کو امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچایا اور یہ پیغام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے کئی سال کے بعد، شیعوں کے پانچویں پیشوا کو پہنچایا۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک روز جابر کے پاس گیا جو نابینا ہوگئے تھے، میں نے اُن کو سلام کہا، اُنھوں نے سلام کا

۱۔ قاموس الرجال ۲/۳۱۷

جواب دیا، پھر پوچھا، آپؑ کون ہیں؟ میں نے کہا: میں محمدؑ بن علیؑ ہوں۔ اُنھوں نے کہا، یا سیدی! میرے اورنزدیک آئیں۔ میں اُنکے قریب ہوا۔ جابر نے میرے ہاتھوں پر بوسے دیئے اور جھک کر میرے پاؤں پر بوسے دینے کی کوشش کی، میں ایک جانب ہوگیا، اُس وقت جابر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، آپؑ کو سلام کہا ہے. میں نے کہا: اللہ کا سلام، رحمتیں اور برکتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوں۔ مجھے کیسے سلام پہنچایا؟ جابر نے کہا ، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا تو مجھے فرمایا: جابر تم اُس وقت تک زندہ رہو گے جب تک میرے ایک بیٹے جس کا نام محمدؑ بن علیؑ ہوگا، ملاقات کرو گے۔ اللہ تعالیٰ اُسے نور و حکمت عطا فرمائے گا، جب بھی اُسے دیکھو میرا سلام پہنچا دینا (۱) اِس بارے میں روایات کافی تعداد میں موجود ہیں (۲)

امام حسینؑ کا پہلا زائر

امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے گراں قدر ناصروں کی شہادت کے بعد، اسلامی معاشرہ یزید کے مظالم اور خون ریزیوں سے مرعوب ہو چکا تھا۔ مگر جابر ایسا شخص تھا کہ اُس پر رُعب و وحشت، کوئی اَثر نہ کرسکا۔ بلکہ انھوں نے امام حسین علیہ السلام کی عظمت اور آپکی شہادت کے اسباب کے بتانے کیلئے بہت کوششیں کیں۔ شہر مدینہ سے کربلا کیلئے روانہ ہوئے تاکہ خاک پاک قبور شہداء، راہیانِ حق پر بوسہ دے اور اِس وسیلے سے اپنے غم و غصّے اور ظالم سے نفرت کا اظہار کرسکے اور امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں اور مخالفوں کو رُسوا اور ذلیل کرے۔

۱۔ ارشاد مفید ۲۴۵۔

۲۔ علل الشرائع ۲۲۳؛ بحارالانوار ۴۶/۲۲۵۔

جابر کی یہ روش، اُس کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہے کیونکہ:۔

اول: اُس زمانے کے لوگ، مظالم یزید سے، وحشت زدہ تھے اور جرأت نہیں کرتے تھے کہ امام حسین کی قبر پر آشکارا جاسکیں۔

دوم: جابر کوئی عام آدمی نہیں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور حامیوں میں ایک بلند مقام رکھتے تھے، مسلمانوں کے درمیان بھی ایک خاص مقام حاصل تھا۔

اِسی بنا پر، جب جابر مدینہ سے کربلا کی جانب روانہ ہوئے، تو اِس اقدام سے حکومتِ یزید پر ایک سخت کاری ضرب وارد ہوئی ۔ جابر، عطیہ کے ہمراہ جو سعد کوفی کا بیٹا تھا اور تابعین کے درمیان بزرگ شخص، اور شیعہ راویوں میں سے ایک ارجمند محدّث تھے، کربلا روانہ ہوئے۔

وہ بیس صفر ۶۱ ہجری، امام حسین علیہ السلام کے چہلم پر، قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے، اِسی روز، اسیران اہل بیت علیہم السلام کا کاروان بھی کربلا وارد ہوا۔ جابر اور اطراف کے لوگوں نے اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ شہیدان کربلا کی سوگواری کی۔

زیارتِ جابر ایک عام زیارت نہ تھی بلکہ ایک دلیرانہ حرکت تھی جو آہ وزاری اور حسرت کے ساتھ انجام دی گئی تھی کیونکہ وہ اِس روش سے، ولایت کے میدان میں، خاندان رسالت سے، ہمدردی و محبت کا عظیم درس، بعد میں آنے والوں کو سیکھا رہے تھے۔

عطیہ نے کہا: جابر بن عبداللہ انصاری کے ساتھ قبر سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے، جب کربلا کے نزدیک پہنچے تو جابر نے نہر فرات میں غسل کیا اور لباس کو عطر لگایا، اُسے خوشبو کیا اور امام حسین علیہ السلام کی قبر کی جانب روانہ ہوتے وقت ہر قدم پر ذکر خدا انجام دے رہے تھے

جب وہ قبرامام حسینؑ کے قریب پہنچے تو فرمایا، میرے ہاتھ قبرحسینؑ تک پہنچادو، ہاتھوں کو قبر امام حسینؑ پررکھےاور جابر بہت ہی غم واندوہ میں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھےاور خودکوقبر پرگرادیا! میں نے اُنکو ہوش میں لانے کیلئے اُن کے سروصورت پر پانی چھڑکا، جب وہ ہوش میں آگئے، تو تین بارفریاد بلند کی یاحسینؑ ،یاحسینؑ ،یاحسینؑ ! پھر درد بھری آواز میں کہا: کیسے دوست ہو کہ اپنے دوست کا جواب نہیں دیتے ؟

اِس کے بعدخود ہی جواب دیا، کیسے آپؑ جواب دیں گے،آپؑ کی گردن کی رگیں کاٹ دی گئی ہیں،آپؑ کا خون بہادیا گیااور آپؑ کے سرکو بدن سے جدا کردیا گیا ہے!؟ میں گواہی دیتا ہوں،آپؑ بہترین پیامبرزادے، امیرامؤمنینؑ کےفرزند، ہم زادتقویٰ ونسل ہدایت سے ہیں،اوراصحاب کساء کے پانچویں رکن ہیں۔اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ افراد کےسیدوسردار ہیں، فاطمہؑ سیدہ النساء العالمین کےفرزندونورچشم ہیں۔

کیوں ایسے نہ ہوں، جبکہ سیدالانبیاءؐ کے مبارک ومطہر ہاتھوں سے ہمیشہ غذا کھائی ہے۔ پرہیزگاروں کی آغوش میں پرورش حاصل کی ہے۔سینۂ ایمان اورنوراسلام سے دُودھ پیا ہے. شہادت سے قبل اور بعد ہمیشہ طاہرومطہر تھے۔مؤمنین کا دل آپؑ کےغم میں آزردہ ہوچکا ہے لیکن آپؑ ہمیشہ جاوداں ہیں۔اللہ تعالیٰ کا آپؑ پردرودوسلام ہو۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ اپنے بھائی حضرت یحییٰ بن زکریا کےنقش قدم پر چلے،اُن ہی کے مانند مقام شہادت حاصل کیا ہے۔

اُس کے بعداطراف قبردیکھااور اِس طرح کہا: اے پاکیزہ ارواح! امام حسینؑ کے جوار میں سونے والو! اوراُن کی بارگاہ میں آرام کرنے والو! آپ پردرودوسلام ہو۔گوہی دیتا ہوں

آپؑ نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دیا، بے دینوں سے جہاد کیا یہاں تک کہ موت کو اپنی آغوش میں لے لیا ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کیلئے منتخب کیا ہم آپؑ کے اَجر میں شامل ہیں۔

عطیہ نے جابر سے استفسار کیا؛ کیسے ہم اُن کے اَجر وثواب میں شامل ہوسکیں ہیں؟ جب کہ ہم نے راہ شہادت میں کوئی قدم نہیں اُٹھایا اور کوئی شمشیر نہیں کھینچی، جبکہ اُنکے سر ہائے مقدس بدن سے جدا کر دیئے گئے، اُن کے بچے یتیم اور اُن کی بیویاں بیوہ ہوگئیں؟

جابر نے جواب دیا، اے عطیہ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا: جو بھی کسی کو دل وجان سے محبوب رکھتا ہو، تو روز قیامت، اُس کو اُن کی صف میں کھڑا کیا جائے گا اور اُن کے ساتھ ایک مکان میں اکٹھا ہو جائے گا اور جو بھی جس گروہ کے کردار و گفتار کو پسند کرتا ہوگا تو وہ اُن کے اَجر وثواب میں یا کیفر عمل میں اُن کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔ اللہ کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو نبوت کیلئے منتخب کیا، میری اور میرے دوستوں کی نیت اور عقیدہ وہ ہی ہے جو نیت اور عقیدہ امام حسینؑ اور اُن کے یاوروں کا تھا۔

عطیہ کہتا ہے، اِسی ہنگام ایک کاروان جو سیاہ لباس میں تھا، شام کی جانب سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے جابر سے کہا: ایک کاروان جو سیاہ پوش ہے شام کی طرف سے آرہا ہے۔ جابر نے کہا؛ اِس کاروان کی خبر لاؤ کہ وہ کون ہیں؟ اگر عمر و بن سعد کے لوگ ہیں، تو لوٹ آؤ اور اِس بارے میں خبر دو؟ عطیہ تھوڑی دیر بعد غمگین حالت میں پلٹ آیا اور بھرّائی ہوئی آواز میں کہنے لگا: یا جابر! کھڑے ہو جائیں! خاندان رسالت کا استقبال کرو! امام زین العابدؑین ہیں جو اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ آئے ہیں!

جابر برہنہ سر اور پاؤں چل پڑا۔ جب وہ امام زین العابدینؑ کے پاس پہنچے تو امامؑ نے پوچھا، آپ جابر ہیں؟ عرض کیا، ہاں۔ امامؑ نے فرمایا: یہ وہ جگہ ہے، جہاں پر ہمارے مرد قتل کئے گئے ہمارے بچوں کے سر کاٹے گئے، ہماری خواتین کو اسیر کیا گیا اور خیموں کو آگ لگا دی گئی.....(۱)

ستارہ درخشاں کا غروب

پیمان عقبہ (۲) میں شامل ہونے والوں میں، باقی رہ جانے والے، آخری صحابی جابر تھے۔ راہ خدا میں مسلسل جدوجہد کے ساتھ زندگی گذارنے کے بعد، ۷۸ ہجری میں، ۹۰ سال کی عمر میں دُنیا کو الوداع کہا اور مدینہ میں سپرد خاک ہوئے (۳)

۱۔ اعیان الشیعہ ۴۷/۴۔

۲۔ ایضاً؛ اسد الغابہ ۲۵۷/۱۔

۳۔ الاعلام، زرکلی ۱۰۴/۲؛ رجال طوسی ۱۲/۔

نوجوان سخن ور، جعفر طیار

حضرت جعفر طیار، جناب ابوطالبؑ کے بیٹے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے چچازاد بھائی، حضرت علیؑ کے حقیقی برادرار جمند اور حضرت علی علیہ السلام سے دس سال بزرگ تر تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار اور جانثار ساتھیوں میں شامل تھے۔ حضرت جعفر طیار نے دین اسلام کو آغاز ہی میں قبول کیا تھا۔ اِس وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ، جعفر طیار سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور آپؐ نے جناب جعفر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے جعفر! تم خلقت اور اخلاق میں میری شباہت ہو(۱)

جب مسلمانوں کا پہلا گروہ ماہ رجب، پانچ بعثت میں حبشہ کی جانب روانہ ہوا، تو اُنکے رہبر عثمان بن مظعون تھے۔ دوسرا گروہ جب حبشہ کیلئے روانہ ہوا، تو اُس گروہ کا سربراہ جناب جعفر طیار تھے۔ اُس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور اُنکی جواں سالہ بیوی اسماء بنت عمیس، اِس سفر میں اُن کے ہمراہ تھیں۔

۱۔ سفینۃ البحار ۱/۱۵۸۔

اس گروہ مہاجر میں اور بھی جوان وار جمند اصحاب شامل تھے مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ کا مرکز جعفر قرار پائے۔ جس وقت یہ قافلہ ملک حبشہ میں داخل ہوا، تو مہاجروں کی جانب سے حضرت جعفر طیار، اُن کے ترجمان منتخب ہوئے اور آپ نے اپنی ذمہ داری کو نہایت عمدہ طریقے سے انجام دیا، تاریخ میں آپ کے بارے میں اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

جب مکہ کے مشرک، مسلمانوں کی حبشہ ہجرت سے آگاہ ہوئے تو اُنھوں نے ایک وفد عمرو بن عاص کی سرکردگی میں جو اُس وقت ایک نوجوان بت پرست اور سخن ور تھا، کافی تحائف کے ساتھ دربار نجاشی کو روانہ کیا تاکہ وہ مسلمانوں کو مکہ واپس لوٹا دیں تاکہ دوبارہ وہ مشرکین مکہ کے اذیت و آزار میں رہیں۔

کفار مکہ کے وفد نے شاہ نجاشی سے ملاقات سے پہلے، درباریوں سے ملاقات کی اور اُن کو تحائف سے نوازا تاکہ اُن کو وہ اپنا حامی بنا سکیں۔ درباریوں نے بھی انہیں ہر قسم کی مدد کا وعدہ دیا اور بادشاہ سے ملاقات کا وقت بھی حاصل کیا۔ جب نمائندگان قریش بادشاہ حبشہ کے حضور میں حاضر ہوئے تو بادشاہ کو سجدہ کیا اواُس کے بعد شاہِ حبشہ سے عرض کرنے لگے: ہمارے چند نادان جوان، آپ کے ملک میں داخل ہوئے ہیں وہ ہمارے بزرگوں کے اعتقادات و دین کو چھوڑ بیٹھے ہیں، دین مسیح کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ اُنھوں نے ایک نیا دین ایجاد کرلیا ہے، جس کو نہ آپ پہچانتے ہیں اور نہ ہم۔ اُنکے بزرگوں یعنی والدین، چچا، ماموں، رشتہ دار اور دوستوں نے ہمیں اپنا نمائندہ بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ اُنکو ہمارے سپرد کردیں اور ہم اُن کو اپنے وطن لے جائیں، کیونکہ رشتہ دار خوب جانتے ہیں کہ اُن کی حفاظت کیسے کریں اور وہ بھی خوب جانتے ہیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی بدنامی کا باعث بنے ہیں۔

حبشہ کا بادشاہ، عمرو بن عاص کے اِس کلام سے غضبناک ہوا، اور غصّے کی حالت میں فرمایا: خدا کی قسم! اِن باتوں سے، اُن کو تمھارے حوالے نہیں کروں گا بلکہ کسی کو بھیج کر اُنکو حاضر کرواتا ہوں کیونکہ اُنھوں نے میرے ملک میں پناہ حاصل کی ہے اور مجھے دوسرے حکمرانوں سے بہتر جانا ہے۔ حقیقت حال کو، میں خود اُن سے دریافت کروں گا ۔ اگر اُنھوں نے تمھارے کہنے کے برعکس کہا تو تمھارے حوالے نہیں کروں گا بلکہ وہ پہلے سے زیادہ وہ میری توجہ کا مرکز بنیں گے۔ اِسی بنا پر شاہ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا تا کہ وہ اُن کے دین اور اعتقادات سے آگاہی حاصل کر سکے۔

مسلمانوں نے باہمی مشورہ اور فیصلہ کیا کہ دربار نجاشی میں حقیقتِ دین اسلام اور دستورات پیغمبر اکرمؐ، بیان کئے جائیں اگر چہ انہیں اِس کے نتیجے میں نفع نہ ہی پہنچے. اِس ارادہ کے ساتھ وہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے۔

اِس وقت دربار کی صورت حال یہ تھی کہ علماء مسیحی، بادشاہ کے دونوں جانب تشریف فرما تھے اور اُن کے آگے کتاب انجیل کھلی ہوئیں تھیں. جب مہاجر مقرر شدہ جگہ پر بیٹھ گئے تو بادشاہ نے اُن سے پوچھا: یہ کون سا دین ہے جسکو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے، جو نہ تمھاری قوم اور دوستوں کا دین ہے اور نہ ہی ہمارا دین ہے؟

جناب جعفر بن ابیطالب جو نوجوان سخن ور تھے، مسلمانوں کے ترجمان کی حیثیت سے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے بادشاہ! ہم نادان لوگ تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار گوشت کھاتے تھے، بُرے کام انجام دیتے تھے، اپنے عزیزوں کی مدد نہیں کرتے تھے، ہمسایوں کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آتے تھے، قدرتمند لوگ، کمزوروں اور بے چاروں پر ظلم کرتے تھے..

..ہمارا ماحول اِس طرح کا ہو چکا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان میں سے ایک شخص کو نبوت پر مبعوث کیا، جس کا حسب ونسب ہم پہچانتے ہیں۔اُن کی پاکدامنی، راستگوئی اور امانت داری کی ہم سب نے تصدیق کی ہے۔ اُس پیغمبر گرامی نے، ہمیں خدائے واحد کی طرف دعوت دی، اُس کی عبادت ووحدانیت کی جانب ہماری توجہ دلائی اور ہمیں اِس طرح فرمایا: پتھر کے بتوں کی عبادت سے دُوری کرو اور جو کچھ تمھارے بزرگ عبادت کرتے ہیں اُن سے اجتناب کرو۔سچائی، امانت داری، صلہ رحم اور ہمسایوں کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔ حرام کاموں سے دُوری اختیار کرو۔زور گوئی اور فحاشی سے خودداری کریں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ایمان دار خواتین کو تہمتیں نہ لگائیں.....اور اسی طرح ہمیں حکم دیا ہے: خدائے یگانہ کی عبادت کرو اور اُسکے لئے شریک قرار نہ دو۔ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور روزہ رکھنے کا فرمان دیا ہے......ہم نے اُن کی نبوت کی تصدیق کی ہے، اُن پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن پر وحی نازل ہوئی ہے ہم نے اُسے قبول کیا ہے ۔ہم خدائے واحد کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اُس جیسا نہیں مانتے۔جو اُس نے حرام کیا ہے اُسے اپنے اُوپر حرام جانتے ہیں، اور جو کچھ اُس نے حلال کیا اُسے اپنے لئے حلال جانتے ہیں۔

مگر ہمارے قبائل نے ہماری مخالفت کی، ہمیں سخت شکنجے دیئے۔ ہر طرح کے سخت دباؤ میں رکھا.جب ہم اُنکے قہر وغلبہ اور سختیوں کے سامنے صبر سے کام لینے لگے تو ہمارے دینی دستورات کی انجام دہی میں وہ رکاوٹ بننے لگے تو ہم نے آپ کے ملک میں پناہ لینے کی خاطر ہجرت کی اور دُنیا کے تمام بادشاہوں کے مقابلے میں، ہم نے آپ کو منتخب کیا اور آپ کی عدالت کی پناہ میں آگئے، اِس اُمید کے ساتھ کہ آپ کے عدل وانصاف کے سایے میں ہم پر کوئی ظلم نہیں

کرے گا۔ حضرت جعفر طیار اِس کے بعد خاموش ہو گئے اور مزید کلام سے پرہیز کیا۔

نجاشی نے پوچھا تمھارے پاس کوئی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمھارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہو؟ حضرت جعفر نے کہا کیوں نہیں، نجاشی نے کہا اسے میرے آگے بیان کرو۔

حضرت جعفر کو معلوم تھا کی نجاشی اور اُس کے اطرافی عیسائی ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں، اسلئے سورہ مریم کی آیات کا آغاز کیا، آیات کو اچھے لحن میں تلاوت کرنا شروع کیا جب حضرت عیسیٰ کے پیدائش کی آیات پر پہنچے، جب اُنکی ولادت کو آیت کے مطابق پڑھا، تو نجاشی نے بہت گریہ کیا اور آنسوؤں کے قطرات اُن کے رخسار پر نظر آنے لگے بلکہ مسیحی علماء، روحانی حضرات اور اطرافیوں نے بھی رونا شروع کر دیا اور اُن کی انجیلیں اُن کے آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔

اُس وقت نجاشی نے کہا، یہ کلام اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے ہیں، ایک ہی سرچشمہ سے تعلق رکھتے ہیں تم سب میرے ملک میں آسودہ خاطر رہو، خدا کی قسم! تمھیں اُنکے حوالے نہیں کروں گا۔ پھر شاہ حبشہ، قریش کے نمائندوں سے مخاطب ہوئے اور کہا، تم یہاں سے چلے جاؤ، کسی بھی طور پر، مسلمانوں کو تمھارے حوالے نہیں کروں گا۔

اُس کے بعد شاہ حبشہ نے اپنے اطرافیوں کو فرمان دیا، اُن کے تحائف کو واپس کر دو، ہمیں اِس کی حاجت نہیں، اللہ تعالیٰ نے سلطنت دیتے وقت مجھ سے رشوت نہیں لی تھی تو کیا میں اِس بارے میں اُن سے رشوت لوں!؟

اِس طریقے سے قریش کے نمائندے شرمندہ ہوئے اور بغیر کسی نتائج کے مکہ پلٹ آئے اور

قریش کے تحائف کو قبیلہ قریش کو واپس کر دیا (۱)

حضرت جعفر اور دوسرے مسلمان، ساتویں ہجری تک حبشہ میں مقیم رہے، اور بارہ سال کے بعد مدینہ واپس آئے۔ جب وہ مدینہ وارد ہوئے تو اُسی ہنگام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی فتح سے واپس آرہے تھے، جب یہ خبر سنی کہ جعفر حبشہ سے پلٹ آئے ہیں، تو آپؐ اُنکے استقبال کیلئے گئے، جعفر کو دیکھ کر اپنے ہاتھوں کو جعفر کے گلے میں ڈال دیا، پھر اُن کی پیشانی پر بوسے دیئے۔ اور اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کے جذبات سے گریہ کرر ہے تھے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کس بات پر زیادہ خوشحال ہوں، جعفر کی مدینہ کو واپسی کی خوشی، فتح خیبر کی خوشی! (۲)

شہادت جعفر بن ابیطالب

مدینہ تشریف لانے کے ایک سال بعد رومیوں سے جنگ کی خاطر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر کو تین ہزار سپاہ اسلام کا سردار بنا کر سرزمین اردن روانہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الوداع کے وقت فرمایا: اگر جعفر شہید ہو جائیں تو سپاہ اسلام کا سردار زید بن حارثہ ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو سپاہ اسلام کے سردار عبداللہ رواحہ ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا سردار بنالیں۔

۱۔ سیرہ ابن ہشام ۱/۲۲۳؛ تاریخ پیامبر اسلام ۱۲۹؛ طبقات ۱/۲۰۳؛ کامل ابن اثیر ۲/۵۱؛ امتاع الاسماع ۱/۲۰؛ اسد الغابہ ۳/۳۷۶؛ تاریخ طبری ۲/۶۹؛ بحار الانوار ۱۸/۴۲۲؛ اعلام الوریٰ ۵۳؛ تاریخ یعقوبی ۲/۳۸۵۔

۲۔ استیعاب، درحاشیہ الاصابہ ۱/۲۱۲؛ خصال ۱۰۷۔

سرزمین اردن کے مقام موتہ میں تین ہزار مجاہدین پر مشتمل سپاہ اسلام نے، ایک لاکھ رومیوں کا مقابلہ کیا۔ جعفر نے اِس جنگ میں جانثاری وفداکاری کی مثالیں قائم کیں، یہاں تک کہ مقام شہادت حاصل کیا! اسلامی لشکر کے سردار اور سپاہی ایک کے بعد شہید ہونے لگے تو خالد بن ولید نے لشکر اسلام کو دشمن کے محاصرہ سے نجات دلائی اور وہ مدینہ پلٹ آئے۔

جب حضرت جعفر کی شہادت کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تو آپؐ نے سب سے پہلے گریہ کیا اور پھر آپؐ نے فرمایا: ضروری ہے کہ جعفر کی شہادت پر گریہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے جعفر کے کٹے ہوئے ہاتھوں کے عوض میں دو پَر عطا فرمائے ہیں اور وہ بہشت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے رہیں گے۔ اس بنا پر آپ کو طیار کا لقب دیا گیا اور وہ جعفر طیّار کے نام سے معروف ومشہور ہوگئے ۔ حضرت جعفر طیار نے، ۳۴ سال کی عمر میں اِس جنگ موتہ میں شہادت حاصل کی اور اِسی جگہ دفن کر دیئے گئے (۱)

جعفر اُن افراد میں شامل ہیں جو طلوع اسلام سے پہلے ہی کردار و رفتار میں اپنی مثال آپ تھے ۔ وہ طلوع اسلام کے موقع پر اپنی فطرت پاک اور بے پناہ صلاحیتوں کی بنا پر اسلام کے درخشاں چہروں میں شامل ہوگئے. امام باقر علیہ السلام نے اُن کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر وحی کی، کہ اللہ تعالیٰ جعفر کی چار خصوصیات کو پسند کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر طیار سے اُن خصوصیات کے بارے میں پوچھا حضرت جعفر نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اللہ تعالیٰ نے خبر نہ دی ہوتی

۱۔ الاعلام زرکلی ۱۲۵/۲۔ الاصابہ ۲۳۷/۱؛ صفۃ الصفوۃ ۲۰۵/۱؛ مقاتل الطالبین ۳؛ حلیۃ الاولیاء ۱۱۴/۱؛ طبقات ۲۲/۴؛ معجم البلدان کلمۃ ''مؤتۃ''؛ اعلام الوری ۶۴؛ سیرہ ابن ہشام ۲۲/۴؛ سیرۃ النبی ۴۳۴/۳؛ امتاع الاسماع ۲۴۶/۱۔

تو میں ظاہر نہ کرتا، وہ چار خصوصیات یہ ہیں:۔

۱۔ ہرگز شراب نہیں پی کیونکہ جانتا ہوں کہ شراب پینے سے عقل ہاتھ سے چلی جاتی ہے۔

۲۔ کبھی جھوٹ نہیں بولا، کیونکہ، جھوٹ، انسانی مروت و مردانگی کو کم کر دیتی ہے۔

۳۔ کبھی زنا کا مرتکب نہیں ہوا کیونکہ جانتا ہوں اگر زنا کروں گا تو کوئی اور میری بیوی کے ساتھ زنا کرے گا۔

۴۔ کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی کیونکہ جانتا ہوں کہ وہ انسان کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے (۱)

۱۔ امالی، شیخ صدوق ۴۷۔

نوجوان، مقام یقین پر

اسحاق بن عمار کہتے ہیں، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نماز فجر کی امامت فرمائی، دیکھا کہ مسجد میں ایک جوان اُونگھ رہا ہے اور اپنی گردن کو آغوش میں چھپا رکھا ہے۔ اُس کا رنگ زرد، بدن لاغر اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے مخاطب کر کے پوچھا، صبح کیسے کی ہے؟ جوان نے جواب دیا، یقین کی حالت میں رات کو صبح تک پہنچایا ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اُس کے جواب سے خوش ہو گئے (کیونکہ اس کا جواب پُر معانی تھا) آپؐ نے نوجوان سے فرمایا: ہر یقین کیلئے ایک حقیقت موجود ہوتی ہے، تمھارے یقین کی حقیقت کیا ہے؟ جوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقین کی بنا پر رات بھر بے خواب رہتا ہوں، گرم دنوں میں پیاس کی تکلیف کو برداشت کرتا ہوں (روزہ رکھتا ہوں) اپنے آپ کو دُنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے، سے بیزار ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ عرش پروردگار، حساب لینے کیلئے آمادہ ہو چکا ہے۔ اور تمام لوگ میدان محشر میں موجود ہیں اور میں اُن کے درمیان ہوں۔

میں اہل بہشت کو دیکھ رہا ہوں جو بہشت کی نعمتوں میں گم ہو چکے ہیں اور بہشت میں ایک دوسرے کا تعارف کررہے ہیں اور پشتیوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ دوزخیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ زیر شکنجہ ہیں اور متواتر عذاب برداشت کررہے ہیں، دیکھ رہا ہوں کہ آتش جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اُن کی آواز کو اپنے کانوں سے سن رہا ہوں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: یہ وہ نوجوان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا دل ایمان سے نورانی بنادیا ہے۔ پھر اُس نوجوان سے فرمایا: اس یقین کی حالت کو جاری رکھو۔ اُس جوان نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ میرے لئے دُعا فرمائیں کہ آپؐ کے حضور میں شربت شہادت نوش کرسکوں. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے لئے دُعا فرمائی ! ابھی کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک ہوا، اُس میں نومسلمانوں کی شہادت کے بعد یہ نوجوان درجہ شہادت پر فائز ہوگیا۔

مرحوم مجلسی اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں؛ انسان کے اندر تاریک وسیاہ پردے موجود ہوتے ہیں جو نورِ حقیقت کو دل میں نہیں آنے دیتے، پس بے ہودہ گوئی میں خاموشی، بھوک و بے خوابی (روزہ وشب بیداری)، ہمیشہ راہ خدا میں ہوشیار و بیدار رہنے (ذکر خدا) سے تاریک پردے دل سے ہٹ جاتے ہیں اور نورِ حقیقت انسان پر ظاہر ہونے لگتی ہے (۱)

۱۔ اصول کافی ۹۲/۳؛ بحارالانوار ۱۵۹/۷۰، ح ۱۷۔

مدینے کے نوجوان اور عمرو بن جموح کا بت

ابن ہشام لکھتے ہیں؛ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کی اکثریت نوجوان تھی لیکن بیشتر، قبائل کے بزرگ بت پرستی پر باقی رہے اُن میں ایک قبیلہ بنی سلمہ کا ایک بوڑھا شخص عمرو بن جموح بھی تھا۔

وہ دوسروں کی طرح ایک بت ''مناۃ'' کو اپنے گھر میں ایک مخصوص مقام پر رکھتا تھا۔ اُس گھر میں ایک ایسا نوجوان تھا جو کہ حال ہی میں مسلمان ہوا تھا اُس کا نام معاذ تھا وہ اِسی عمرو بن جموح کا بیٹا تھا. وہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی بیعت کر کے تازہ ہی مدینہ پہنچا تھا۔

معاذ نے اپنے قبیلہ کے دوسرے نو مسلمان دوستوں سے ملکر مشورہ کیا کہ فلاں رات، ایک دوسرے کی مدد سے عمرو بن جموح کے بت کو اُٹھا کر، مدینہ شہر کی فلاں غلیظ جگہ پر پھینک دیں

گے۔اِس کام میں وہ کامیاب ہو گئے۔وہ نو جوان کچھ راتوں تک مناۃ بت کو مدینہ کی غلیظ جگہ جو نجاست سے بھری ہوتی تھیں میں گرانے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔

عمرو بن جموح اپنے بت کی تلاش میں رہتا اور بت کو دریافت کرنے کے بعد اُسے دھو کر اپنے گھر میں اس کی جگہ پر رکھ دیتا اور بت سے کہتا، خدا کی قسم! تیرے بارے میں اس طرح کی جسارت کرنے والے کو جان جاؤں تو اُس کو سخت سزا سے دوچار کروں گا۔

جب بت کو اُٹھانے کا یہ عمل، تکرار ہونے لگا، تو عمرو بن جموح نے ایک تلوار بت کے گلے میں لٹکا دی اور بت سے کہنے لگا، میں تو نہیں جانتا کہ کون تیرے بارے میں یہ بے اَدبی اور جسارت کر رہا ہے یہ شمشیر تیری گردن میں آویزاں ہے اگر تیرے وجود میں، خیر یا قوت ہے، تو جو بھی تیری بے حرمتی کو آئے تو اِس تلوار سے اپنا دفاع کرنا۔

اِس رات بھی بنی سلمہ کے نو جوانوں نے مناۃ کو، اُٹھا لے گئے، تلوار کو اُسکی گردن سے نکال پھینکا، مردہ کتے کا بچہ اُس کی گردن میں ڈال کر گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔

عمرو بن جموح گذشتہ دنوں کی مانند پھر اُس بت کی تلاش میں نکلا جب اُس نے بت کو تلاش کر لیا تو وہ اُسے تھوڑی دیر تک سوالیہ نگاہوں سے دیکھتا رہا اور پھر تفکر میں گم ہو گیا۔ بنی سلمہ کے نو جوان بھی اُسی کے قریب چل پھر رہے تھے، جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ عمرو بن جموح تفکر میں غرق ہو گیا ہے، ممکن ہے وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائے، یہ سوچ کر نو جوان اُس کے نزدیک آئے اور ادب واحترام سے عمرو بن جموح کے ساتھ ، اسلام سے متعلق بات چیت کرنے لگے۔

جوانوں کی نرم کلامی کا اُس پر اثر ہوا اور بالآخر اسلام لے آیا۔ عمرو بن جموح شاعر تھا، پھر

اُس نے بت پرستی کی مذمت میں اور نعمت بزرگ اسلام کے شکرانے کے طور پر اشعار کہے اور ہمیشہ دین اسلام پر باقی رہا۔ وہ جنگ احد میں درجہ شہادت پر فائز ہوا اور اُسی جگہ سپرد خاک کر دیا گیا (۱)

۱۔ سیرہ ابن ہشام ۲۴۵/۱؛ زندگانی حضرت محمد ۲۴۲/۱۔

حنظلہ بن ابی عامر، پرندۂ مہاجر

حنظلہ صاحب عزم نوجوان تھا، جس نے حجلۂ عروسی کو بستر شہادت میں تبدیل کر دیا۔ یہ نوجوان انصار مدینہ سے تھا اگرچہ اُس کا والد ابو عامر، اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدترین دشمن تھا اور وہ آخری سانس تک حالت کفر پر باقی رہا۔

حنظلہ نے عبداللہ بن اُبیّ جو منافقین کا سردار تھا، کی بیٹی جمیلہ سے شادی کی۔ جب مسلمان جنگ احد کے لئے آمادہ ہوئے اور مدینہ سے روانہ ہوئے، تو یہ شب حنظلہ کی ازدواجی زندگی کی پہلی رات تھی۔

وہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور محاذ جنگ کو روانہ ہونے کیلئے اپنے پختہ ارادے کا اظہار کیا۔ مدینے میں رہنے اور شادی کے مراسم بجالانے کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا: آج رات مدینہ میں رہو اور شادی کی رسمیں

ادا کرو۔

حنظلہ نے مدینے میں رات گذاری، شادی کی رسمیں انجام پائیں ۔ صبح ہی راہ دین میں جہاد سے جو ایمان و عشق تھا، رہبر عالی القدر کے دفاع کے لئے، غسل کی فرصت نہ ملنے کی بنا پر بہت عجلت میں میدان احد کی جانب روانہ ہوئے۔

جب حنظلہ نے چاہا کہ میدان جنگ کیلئے روانہ ہوں تو اُسکی بیوی جمیلہ جو عبداللہ بن اُبی کی بیٹی تھی، اُس کے سامنے آئی اور اُسکو اپنے ساتھ لیکر چار شاہدوں کے پاس گئی اور اُنکی موجودگی میں، حنظلہ سے کہنے لگی کہ اُن کے سامنے گواہی دو کہ رات مجھ سے شادی کی ہے۔

حنظلہ نے شہادت دی. حنظلہ محاذ جنگ پر روانہ ہونے سے پہلے اپنی بیوی سے استفسار کیا کہ کیوں ایسا کیا ہے؟ اُس کی بیوی نے کہا رات خواب دیکھا کہ آسمان کے در کھل چکے ہیں اور حنظلہ اُن میں داخل ہوا اور اُس کے بعد، پھر آسمان کے دروازے بند ہو گئے۔ میں نے اُس خواب سے سمجھ لیا کہ حنظلہ مقام شہادت پر فائز ہوں گے، میں نے یہ چاہا کہ عوام جان جائے کہ اُس نے مجھ سے شادی کی ہے۔ حاملہ ہونے کی بنا پر مجھ پر تہمتیں نہ لگائی جائیں اور معلوم ہو کہ فرزند حنظلہ کا ہے۔

اِس ازدواج کا نتیجہ عبداللہ نامی بیٹا ہے جس نے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد، ۲۸ ذی الحجہ ۶۳ ہجری مدینہ میں علم آزادی بلند کیا اور لوگوں کو یزید کے خلاف آمادہ کیا ، اور تین دن کی جنگ اور مقاومت کے بعد، مدینہ میں جنگ حرّہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مقام شہادت حاصل کیا۔

اِس تاریخی حادثہ کو ایک الگ کتاب ''واقعہ حرّہ'' میں تفصیلی طور پر تحریر کیا گیا ہے۔ اُن

واقعات سے مزید واقفیت حاصل کرنے کیلئے اُس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

جب حنظلہ شادی کی رسومات کے بعد جنگ کیلئے روانہ ہوا تو وہ اندوہگین تھا، کیونکہ غسل کے لئے پانی حاصل نہ کرسکا۔ اس کا والد بھی کفار کے لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل صف آرا تھا۔ یہ مسائل اُسکے رنج و پریشانی کا باعث بنے ہوئے تھے۔

اسکے باوجود حنظلہ نے جنگ احد میں شجاعت وشہامت کی مثالیں قائم کیں اور اپنے آپ کو ابوسفیان تک پہنچادیا اور اُس کے گھوڑے کو ہلاک کردیا اور قریب تھا کہ وہ اُسے قتل کردے۔ حنظلہ نے ابوسفیان پر وار کیا لیکن وہ بھاگ کھڑا ہوا اور مشرکوں کو اپنی مدد کیلئے پکارنے لگا۔ اِسی عرصے میں ایک مشرک سپاہی بنامِ شداد بن اُوس، حنظلہ کے راستے پر حائل بن گیا اور دونوں کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ اُس مشرک نے اپنے نیزے کو حنظلہ کی پشت پر گاڑ دیا، حنظلہ نے چاہا مڑ کر اُس پر حملہ کرے مگر نیزہ اپنا کام کر چکا تھا۔ حنظلہ احد کے دوسرے عظیم شہیدوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزؑہ، جناب عبداللہ بن حزام وغیرہ کے ساتھ شامل ہوگئے اور عروس شہادت کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

جنگ بندی کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنظلہ کے بارے میں بہت زیبا کلمات ارشاد فرمائے:

میں نے دیکھا کہ فرشتے، حنظلہ کو آب زلال سے غسل دے رہے تھے۔

اِس واقعہ کے بعد اس نوجوان فدا کار کو تاریخ اسلام میں مشہور و معروف لقب ''حنظلہ غسیل الملائکہ'' سے یاد کیا جاتا ہے(۱)

فدا کار و ایثار گر نوجوان، جو خاندان ابو عامر راہب سے تھا، جس نے اپنی بیوی کے پاس رہنے کے بجائے دین کی خاطر میدان جنگ میں جانے کو ترجیح دی اور بہت جلد فنا ہونے والی دُنیا کی لذتوں سے اپنے ہاتھوں کو دھولیا۔ وہ غسل کیلئے، پانی نہ ملنے کی بنا پر غمگین تھا لیکن فخر کی جگہ ہے کہ ملائکہ نے اُسے، آب حیاتِ جاوید سے غسل دیا۔

۱۔ بحارالانوار ۲۰/۵۵؛ الاصابہ ۱/۳۶۰؛ اسد الغابہ ۳/۱۴۷؛ ترجمہ سیرہ ابن ہشام ۲/۱۰۱؛ تاریخ پیامبر اسلام ۳۲۸۔

ثوبان نوجوان عاشق پیغمبر

ثوبان کے والد کا نام بُجدُ داور کنیت ابوعبداللہ اور اُس کا تعلق ''سراۃ '' سے تھا جو مکہ اور یمن کے درمیان واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے خرید کر آزاد کر دیا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت تک آنحضرتؐ کی خدمت میں مصروف رہا۔

وہ رسولؐ اللہ کا دل و جان سے عاشق تھا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اِس حالت میں آیا کہ رخسار زرد، جسم لاغر اور چہرہ غمگین تھا۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی طبیعت دریافت کی تو اس نے عرض کیا :

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کوئی درد نہیں ہے لیکن جب آپؐ سے دُور ہوتا ہوں تو آپؐ کی زیارت سے محروم ہو جاتا ہوں، اس وجہ سے پریشان و مضطر ہوتا ہوں، پھر عالم آخرت کی یاد کرنے لگ جاتا ہوں کہ کہیں آپؐ سے دُور نہ ہو جاؤں، کہیں آپ کو نہ دیکھ سکوں!

بالفرض میں اہل بہشت بھی رہوں تب بھی آپ کا وہاں پر، درجہ ومقام سب سے بہت بلند ہوگا کیونکہ مقام انبیاء دوسروں سے بلند ہوتا ہے۔ اِسی وقت حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور اپنے ساتھ یہ آیت لیکر آئے ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾(۱)

جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ اُن کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، انعام حاصل کرنے والے انبیاء، صادقین، شہداء اور صالحین ہیں اور کیا خوب ہیں اُن کے دوست.

اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثوبان کو مخاطب کیا اور فرمایا : اللہ کی قسم ! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کوئی بھی روز قیامت امان نہیں پائے گا مگر وہ جو مجھے اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور دوستوں سے زیادہ محبوب رکھنے والا ہو۔

حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ، ہمارے نزدیک ماں باپ، اولاد، دولت سے زیادہ محبوب ہیں (۲)

اِس کی وجہ یہ ہے کہ اُنھوں نے ہمیں گمراہی سے نجات دلائی ہے اور وہ ہر لحاظ سے کامل ترین خلق خدا ہیں، بس اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب رکھنا چاہئے۔

۱۔ النساء/۶۹

۲۔ استیعاب ۱/۲۰۹؛ حلیۃ الاولیاء ۱/۱۸۰؛ الاصابۃ ۱/۲۱۲؛ مجمع البیان ۱/۲۵۸؛ الاعلام زرکلی ۲/۱۰۲؛ تاریخ پیامبر اسلام ۲۰۱۔

عبداللہ بن عبداللہ اُبی شجاع نوجوان

ماہ شعبان پنجم یا ششم ہجری میں جنگ بنی مصطلق واقع ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ اس جنگ کیلئے روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا، اِس جنگ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مال غنیمت کے لالچ میں ساتھ تھا۔

راستے میں دو صحابی بنام ''جھجاہ'' اور انصار سے تعلق رکھنے والے بنام ''نسان بن وَبَر'' کنویں سے پانی نکالنے کی بنا پر اختلاف و نزاع کا شکار ہو گئے اور قریب تھا کہ انصار اور مہاجروں کے درمیان جنگ واقع ہو جائے۔

عبداللہ بن اُبی غضب میں آ گیا اور انصار کے سامنے جا کر کہنے لگا، کیا اُن (مہاجرین) میں یہ جرأت ہے کہ ہمارے ساتھ جنگ کریں؟ تم لوگوں نے ہمیں اپنے گھر اور زندگی سے دور کر دیا اور ہماری ہی سرزمین میں ہم پر حکمرانی کرنے لگے ہو۔ خدا کی قسم! مدینے پلٹ کر اُن

کے سہارے جو عزیز ومحترم ہیں مراد ''منافقین اور یہودی'' اِن ذلیل وبے وقعت (پیغمبر اور مسلمانوں کو) شہر مدینہ سے نکال دیں گے۔۔۔۔۔

زید بن ارقم یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور اُس کے اظہارات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور تک پہنچایا۔ بعض اصحاب نے مشورہ دیا کہ عبداللہ بن اُبی کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس مشورے کو قبول نہیں کیا اور حکم دیا کہ سپاہ اسلام محاذ جنگ کی جانب آگے بڑھے۔

عبداللہ بن ابی کو جب یہ خبر پہنچی، تو وہ پریشان ومضطرب ہوگیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور معذرت خواہی کرنے لگا۔ اِس واقعہ کے بعد سورہ منافقون عبداللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوا۔

دوسری طرف عبداللہ بن اُبی کا ایک بیٹا، جس کا نام عبداللہ تھا۔ پہلے اُس کا نام حباب تھا جب اُس نے اپنے والد عبدللہ بن ابی کا کلام سنا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: میں نے سنا ہے کہ آپؐ میرے والد کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اگر اِس طرح ہے، تو اس کا انجام میرے سپرد کر دیں تا کہ اُن کا سر کاٹ کر، میں خود آپؐ کے پاس لیکر آؤں۔ قسم کھاتا ہوں کہ اہل قبیلہ خزرج بخوبی جانتے ہیں کہ میں اپنے والد سے بہت محبت کرتا ہوں کوئی، اور میں ڈرتا ہوں کہ کوئی اور یہ کام انجام دے اور میں قاتل پدر کو دیکھوں تو اُسے قتل کر دوں اور ایک مسلمان کا قتل کرنے کے سبب جہنم کا مستحق بن جاؤں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ! میں نے عبداللہ بن ابی کے قتل کا ارادہ ہی نہیں کیا ہے، جب تک وہ زندہ ہے ایک دوست کہ مانند اُس سے سلوک کرتا رہوں گا۔

یہ محبت ابھرا برتاؤ باعث بنا کہ اُس کا قبیلہ بھی عبداللہ بن اُبی کی سرزنش وملامت کرنے لگا۔
عبداللہ بن ابی، ۹ ہجری میں انتقال کر گیا جبکہ وہ منافق ہی رہا (۱)

۱۔ بحارالانوار ۲۸۸/۲۰؛ تفسیر قمی ۶۸۰؛ سیرہ ابن ہشام ۲۹۳/۲؛ تاریخ پیامبر اسلام ۴۳۷؛ بہ نقل: التنبیہ والاشراف ۲۱۵؛ طبقات ابن سعد ۶۳/۲؛ الاعلام زرکلی ۶۵/۴؛ بہ نقل: تاریخ الخمیس ۱۴۰/۲؛ امتاع الاسماع ۹۹/۱؛ المحبّر ۲۳۳؛ جمھرۃ انساب العرب ۲۳۵۔

عبداللہ بن مسعود، منادی قرآن

عبداللہ بن مسعود کا تعلق مکہ اور قبیلہ ہذیل سے تھا اور اسلام قبول کرنے والے چھٹے شخص تھے آپ نے دو بار ہجرت کی، ایک بار مکہ سے حبشہ اور دوسری بار مکہ سے مدینہ کی جانب. یہ ہجرت بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیرھویں سال پیش آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ہمراہ ہر جنگ میں شرکت کی۔

عبداللہ بن مسعود اُن میں شامل ہیں جن کو بہشت کی نوید سنائی گئی تھی. وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات میں کل قرآن کے حافظ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد، صحابہ اور مسلمان قرائت قرآن مجید کے لئے آپ سے رجوع فرماتے تھے ۔ اُنکا کام قرآن کے علوم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل اور کردار کی ترویج اور ناخواندہ افراد کو علم ودانش سیکھانا، غافلوں کو آگاہ کرنا، دلوں کو محکم بنانا اور دین کی اساس

کو مضبوط بنانا تھا۔ وہ، بارہ جید اصحاب میں سے ایک تھے جنہوں نے ابوبکر کی خلافت کو قبول نہیں کیا تھا اور اُسے جائز نہیں جانتے تھے۔ اِسی وجہ سے خلافت کو غصبی جانتے اور مسجد نبوی میں مسلمانوں کو اِسکی اطلاع دیتے اور ہمیشہ اعتراض کرتے، اِسی خاطر آزار و صدمات برداشت کیئے اور انہی آزار کی بنا پر آپ کی موت واقع ہوئی! اُنھوں نے عمار بن یاسر کو وصیت کی تھی کہ عثمان اُن کی میت پر نماز نہ پڑھیں۔

جب وہ دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نزول قرآن سے آگاہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا؛ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے قرآن سیکھائیں، اُس وقت ابن مسعود، تازہ سن بلوغ کو پہنچے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُس کے سر پر کھینچا اور فرمایا؛ تم تعلیم یافتہ نوجوان ہو۔

ابن مسعود کہتے ہیں؛ اِسکے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ستّر قرآنی سورتیں یاد کیں اور کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اِس بارے میں مجھ پر اعتراض کرے۔

عبداللہ بن مسعود مسلمانوں کے درمیان پہلے شخص تھے جو مکہ کے مشرکوں کے سامنے صدائے بلند سے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے. ایک دن تازہ مسلمانوں کا گروہ اکٹھا ہوا اور آپس میں کہنے لگے، کافروں اور مشرکوں نے اب تک مسلمانوں کی جانب سے بلند آواز سے تلاوت قرآن نہیں سنی، اِس بارے میں کون رضا کار بننے کو تیار ہے؟ عبداللہ بن مسعود جو صاحب قوی ارادہ نوجوان اور تعلیمات اسلام کے عاشق تھے کہنے لگے میں یہ کام انجام دوں گا. حاضرین نے کہا؛ تم نہیں بلکہ یہ ذمہ داری وہ قبول کرے جو صاحب حسب ونسب ہو اگر مشرکوں نے اذیت پہنچانے کا ارادہ کیا، تو اُس کے دفاع میں، وہ آمادہ ہوجائیں تم تو حسب ونسب کے حامل نہیں

ہو! اور یہ کام تمھارے لئے خطرے سے خالی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مسعود نے کہا: مجھے یہ کام انجام دینے دو، میرا حامی و مددگار، اللہ تعالیٰ ہے.

دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد، ابن مسعود خانہ کعبہ پہنچے، وہاں پر پہلے سے ہی سرداران قریش موجود تھے۔ وہ مقام ابراہیم پر، سرداران قریش کے سامنے کھڑے ہوکر قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی﴿ **بسم الله الرحمن الرحيم .الرحمن علّم القرآن...** ﴾

عبداللہ بن مسعود شجاعت کے ساتھ پہلی بار قرائت قرآن مجید کی تلاوت کو مشرکوں کے کانوں تک پہنچایا۔ مشرک متوجہ ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ جوان کیا کہہ رہا ہے؟

دوسروں نے کہا: جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے، وہ تلاوت کررہا ہے۔

جب مردان قریش نے دیکھا کہ ابن مسعود جو ایک معمولی خاندان کا نوجوان ہے مگر بہت شجاعت وشہامت کے ساتھ آیات کو پڑھ رہا ہے تو اُنھوں نے ابن مسعود کو گھیرے میں لے کر حملہ کردیا مگر وہ پہاڑ کی مانند دشمنوں کے درمیان مضبوط کھڑا رہا اور قرائت قرآن کو جاری رکھا.

مشرکوں نے اُسے مکے اور تھپّر مارنے شروع کردیئے، جب تک اُس میں توان تھی کھڑا رہا پھر مسلمانوں کے نزدیک پہنچا۔ جب مسلمانوں نے اُس کے سروصورت سے خون بہتا دیکھا تو کہنے لگے، ہمیں اِس ہی کا ڈر تھا مگر عبداللہ بن مسعود نے کہا ؛ اِن زخموں کی میری نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں، اگر اجازت دیں، تو کل بھی تبلیغ قرآن کی اس ذمہ داری کو انجام دوں گا۔

اُنھوں نے کہا بس اتنا ہی کافی ہے۔

ابن مسعود قرآن کریم کے عظیم حافظ، قاری اور مفسر تھے کہ اُن کی مثال تاریخ اسلام میں کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ وہ اُن لوگوں میں سے ہیں کہ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ مِنۡ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَہُمُ الۡقَرۡحُ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡہُمۡ وَ اتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴾(۱)

زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور رسولؐ کے حکم پر لبیک کہا، اُن کے لئے جنہوں نے اس گروہ کے ساتھ نیکی کی اور تقوٰی اختیار کیا، اَجرِ عظیم ہے۔

ایک اور آیہ شریفہ میں ارشاد ہے ﴿ وَ لَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ مَا عَلَیۡکَ مِنۡ حِسَابِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ وَّ مَا مِنۡ حِسَابِکَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَتَطۡرُدَہُمۡ فَتَکُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴾(۲)

جو اللہ کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اُن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اُنکو آپ دُور نہ کریں نہ اُن کا حساب آپ پر ہے اور نہ آپ کا حساب اُن پر ہے پس اُن کو دُور نہ کریں ورنہ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔

اِس مطلب کو ابن مسعود کے کلام سے ختم کرتے ہیں ''عمل کا انجام اور شریف ترین موت، اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا ہے''

۱۔ آل عمران/۱۷۲۔

۲۔ الانعام/۵۲۔

۳۔ الغدیر ۹/۱۱؛ الاستیعاب ۳/۹۹۲؛ اسد الغابہ ۳/۲۵۹؛ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ۱۳/۲۲۵؛ قاموس الرجال ۶/۱۳۶؛ حیاۃ الصحابہ ۳/۱۳۶؛ سیرہ ابن ہشام ۱/۳۳۷؛ کامل ابن اثیر ۲/۳۱۹۔

عبداللہ مُزنی، روشن دل نوجوان

عبداللہ قبیلہ مزنیہ سے تھا۔ بچپن سے والد کا سایہ اس کے سر سے اُٹھ چکا تھا اور وہ اپنے چچا کی سرپرستی میں مکہ میں گذر اُوقات کرتا تھا محنت و مزدوری سے غلاموں واُونٹوں و بھیڑ بکریوں اور فراوان ثروت کا مالک بن چکا تھا۔ اور اپنے چچا کی پیروی میں بت پرست تھا۔

وہ بے جان اور بے روح بت پرستی سے بیزار ہو گیا اور اس کا اسلام کی جانب رجحان پیدا ہو چکا تھا لیکن اپنے بت پرست چچا کے احترام کی خاطر خاموش رہا لیکن وہ اُمیدوار تھا اُس کا چچا اسلام قبول کرے گا۔

فتح مکہ کے بعد عبداللہ نے یہ خیال کیا تھا کہ دوسرے مشرکوں کی مانند اُس کا چچا بھی اسلام قبول کرے گا مگر اُس نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ ہی مسلمان ہونے کا کوئی ارادہ تھا۔ عبداللہ کا نام آئین بت پرستی میں ابھی تک عبدالعُزّیٰ تھا۔

اَب اُسکا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا، اور اِس بنا پر ایک دن اپنے چچا سے کہنے لگا: چچا جان! میں نے

ابھی تک صبر کیا کہ آپ مسلمان ہو جائیں تا کہ میں بھی اسلام کا اظہار کر سکوں، لیکن آپ بت پرست رہنے پر مُصر ہیں لیکن میں مزید تحمل نہیں کر سکتا کہ اِس گمراہی میں آپ کے ساتھ رہوں رہوں پس اجازت دیں کہ میں مسلمان ہونے کا اظہار کر سکوں۔ اُسکے چچا نے جب یہ کلمات سنے تو غیض وغضب میں آ گیا اور کہنے لگا؛ میں تجھے ہرگز اِس کی اجازت نہیں دوں گا۔

عبدالعُزّی نے کہا؛ میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ جیسے بھی ہو مسلمان ہونے کا اظہار واعلان کر دوں۔ اس کے چچا نے غضب میں کہا؛ اگر تم نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا، تو میں تمھیں تمھارے مال واموال حتی لباس سے بھی محروم کر دوں گا۔

عبدالعزی نے کہا: جو کچھ مال و دولت میں رکھتا ہوں وہ آپ ہی کو مبارک ہو اور فوراً اپنے لباس بھی، اپنے چچا کے آگے رکھ دیئے اور سخن دلپذیر کہا، جو اُس کی روحی مسرت، روح بلند، حق پرستی اور اس کے جذبات کی ترجمانی کررہی تھی اور کہا : یہ سب آپ کے حوالے، مال و دولت آپ کے نزدیک اہمیت رکھتا ہے مگر میری نظر میں، سعادت واقعی اور زندگی جاودان کی، دنیوی مال و دولت کے آگے کچھ بھی اہمیت نہیں ہے، یہ کہا اور دست خالی، نیم برہنہ حالت میں، اپنی والدہ کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: مادر جان! میں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ مسلمان ہو جاؤں مگر اوڑھنے کیلئے ایک مقدار کپڑا عنایت فرمائیں؟ اُسکی والدہ نے اُسے تن ڈھانپنے کیلئے ایک مقدار کپڑا دے دیا اور کہا: بیٹے اِس کے دو حصّے کر و اور اپنے جسم کو اِسی سے چھپاؤ! وہ نہایت ہی خوشی سے مکہ سے میں مدینے روانہ ہو گیا۔

وہ پیدل، ریگستانوں سے گذرتا ہوا، صرف گھاس وغیرہ اور جو بھی پانی ملتا نوش کرتا اور حجاز کے بیابانوں سے ہوتا ہوا، اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی محبت میں احساس تھکاوٹ و

پریشانی کو بالکل پاس نہ آنے دیا اور بہت تیز رفتاری سے تمام پہاڑوں اور ریگستانوں کی زحمتیں اُٹھاتے ہوئے مدینہ پہنچ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اصحاب نے ابھی نماز فجر ادا کی تھی کہ یہ حقیقت جو نوجوان مسجد نبوی میں داخل ہوا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کیا اُس ناشناس شخص اور اس کا نامناسب لباس اور حالتِ جسمانی سب کی نگاہوں کا مرکز بن گئی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: جوان! تم کون ہو؟ اُس نے نہایت اَدب سے عرض کیا: میں مکہ سے اسلام قبول کرنے کے قصد سے نکلا ہوں۔ میرے چچا نے مجھے اسلام قبول کرنے کی اجازت نہیں دی، اسلام قبول کرنے کی خاطر، تمام اموال و دولت حتی لباس تک اس نے مجھ سے لے لیا اور میرا نام عبدالعزی ہے، فوراً شہادتین کو جاری کیا اور مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اِس جوان کے ذوق وشوق کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: آج سے تمھارا نام عبداللہ ہے، اِس نے اللہ کی خاطر اپنے مال و دولت حتی لباس تک سے چشم پوشی کی اور اپنے تن کو صرف دو پارچوں سے ڈھانپا، تو اِس کو ''عبداللہ ذوالبجادین'' (دو پارچوں والا) کا لقب دیا اور وہ اِسی لقب سے مشہور ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے فرمایا: اپنے گھر کو میرے گھر کے پاس قرار دو۔

عبداللہ، اسلام سے والہانہ عقیدت واحترام رکھتا تھا. اِس وجہ سے بہت جلد عقائد ومعارف اسلام یاد کر لئے۔ مسجد میں قرآن ونماز کو صدائے بلند پڑھتا تھا۔ عمر بن خطاب نے چاہا اُس کو اِس سے منع کرے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس طریقے سے پڑھنے کا مطلب

جانتے تھے، جو اس کی روح پاک اور قرآن و نماز کے عشق سے حاصل ہوا تھا۔

آپؐ نے عمر بن خطاب سے فرمایا: اُسکو اِس سے منع نہ کرو کیوں کہ اُس نے خدا اور رسولؐ خدا کی خاطر ہجرت کی ہے۔

آخری تمنا

یہ وہ نوجوان تھا جس نے اسلام کی خاطر ہر چیز سے منہ پھیر کر، مدینے چلا آیا تھا۔ یہ جوان کیا چاہتا ہے؟ اُس کا جواب صرف اس کی ایک آرزو تھی. بہت سی آرزوئیں رکھنے کے باوجود، اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف ایک آرزو کی استدعا کی۔

جنگ تبوک، ۹ ہجری کو پیش آئی. سپاہ اسلام جنگ کیلئے آمادہ ہوئی. عبداللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا، اُس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں چاہتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے چاہیں، مجھے راہ خدا میں سعادت شہادت نصیب فرمائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: درخت کا چھلکا لے کر آؤ۔ اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تحریر لکھی " اَللّٰھمّ حرّم دمه علی الکفّار" یااللہ! اِس کا خون کفار پر حرام کردے۔

عبداللہ اِس تحریر سے غمگین ہوگیا۔ عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اِس کے علاوہ طلب کیا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ تم جہاد کی خاطر جارہے ہو، اگر بیمار ہوکر فوت ہوگئے تو شہادت کا درجہ حاصل کروگے۔

جب سپاہ اسلام تبوک پہنچی، عبداللہ بیمار ہوگئے اور اِسی بیماری میں، ۹ ہجری کو رحلت فرما

گئے اور اِسی جگہ دفن ہوئے (۱)

عبداللہ کا دل، محبت و معنویت و باطنی صفا سے روشن ولبریز اور حقیقت طلبی رکھتا تھا، وہ دُنیا اور تجملات دُنیا سے دُور تھے۔ آپ کی آرزو سعادت اَبدی اور جاودانہ زندگی تھی ، اُس نے راہ اسلام میں جانفشانی دکھائی اور سعادت مند ہو گئے۔

۱۔ ناسخ التواریخ، حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳/۲۱۳۔

عمارہ بن زیاد، جانثار نوجوان

عمارہ بن زیاد قبیلہ اُوس اور انصار مدینہ سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب جنگ احد میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور دشمنوں کے محاصرہ میں آچکے تھے تو آپ، آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پہنچے اور مصعب بن عمیر، اُبود جانہ کے ہمراہ تمام قوت سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرنے لگے۔

انصار کے پانچ جوان منجملہ عمارہ بن زیاد، آنخضرتؐ کی نصرت وحفاظت کیلئے جان توڑ انداز سے دفاع کررہے تھے۔ عمارہ نے آخری سانس تک دشمنوں کا مقابلہ کیا، اتنے میں مسلمانوں کا ایک گروہ واپس پلٹ آیا، دشمنان اسلام کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دُور کردیا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمارہ کو، جس کے جسم پر چودہ زخم وارد ہوئے تھے، سے فرمایا: میرے نزدیک آؤ! میرے نزدیک آؤ! عمارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آئے اور اپنے سر وصورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر رکھ دیا اور اُسی گھڑی جام شہادت نوش فرمایا(۱)

۱۔ تاریخ پیامبر اسلام ۳۲۶۔

مصعب بن عمیر، نوجوان مبلغ

مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف تاریخ اسلام کا ایک پُر جوش اور درخشاں چہرہ ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت کو آشکار کیا، تو اُسی گھڑی اسلام کو قبول کیا ، پھر اُس کے دفاع کیلئے ہمہ وقت مصروف ہو گئے۔ آپ کا تعلق شریف خاندان سے تھا اور اُس کے والدین اِس سے بہت محبت کرتے تھے اور بہترین دُنیاوی اور مادی وسائل اس کیلئے فراہم کرر کھے تھے، مگر مصعب کی تشنہ روح، آب حیات اسلام کی جستجو میں مگن تھی۔ یہ جوان وجیہ و شکیل ہونے کے ساتھ ساتھ خوش لباس و آراستگی کا دلدادہ اور ہر دل عزیز تھا اور سب اُس کو نیکی سے یاد کرتے تھے۔ زندگی کی نعمتیں اور فریب دینے والے جلوے اُسکو بہکا نہیں سکتے تھے اور وہ بلند تریں اچھائیوں کا جستجو گر تھا۔

وہ پنہانی و مخفی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوتے، احکام اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا اور اُس نے یہ کوشش کی کہ اُس کے رشتے دار، باخبر نہ ہوں سکیں۔

ایک دن عثمان بن طلحہ نے، مصعب کو حالت نماز میں مشاہدہ کیا اور اُس کی اطلاع اُسکی والدہ اور رشتہ داروں کو دی اور وہ بہت پریشان ہوئے اور آپ کو گھر میں قید کر دیا گیا۔ ایک دن موقع ملنے پر مصعب قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے اور پھر مہاجروں کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ایک عرصہ وہاں رہنے کے بعد مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ واپس ہوئے۔

جب مدینے کا ایک گروہ ماہ ذی الحجہ، بعثت کے بارہویں سال مراسم حج کے موقع پر، ایک مہتابی شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لئے عقبہ اولیٰ میں حاضر ہوا اور مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

مسلمان ہونے والے اس گروہ نے مدینہ کو واپسی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مبلغ روانہ کرنے کی درخواست کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب بن عمیر کو مبلغ کے عنوان سے اُن کے ساتھ روانہ کیا تا کہ قرآنی آیات کو اُن کے لئے تلاوت کرے اور تعالیم اسلام و احکام دین سکھائیں۔

مصعب مدینہ پہنچنے کے بعد، اسعد بن زرارہ کے ہاں سکونت پذیر ہوئے جو قبیلہ خزرج کے بزرگوں میں سے تھے. ایک دن اسعد کے ہمراہ، سعد بن معاذ جو کہ قبیلہ اوس کے بزرگ تھے اُن کے پاس گئے تا کہ اُن کو اسلام کی دعوت دے سکیں. اُس وقت مدینہ کے مسلمان بھی قرآن مجید کی تلاوت سننے کی خاطر سعد بن معاذ کے گھر حاضر ہوگئے۔

سعد نے قبیلہ اُوس کے ایک بزرگ اسید بن حضیر سے خطاب کر کے کہا: جلدی سے ان دو آدمیوں کو، جو ضعیف لوگوں کو گمراہ کرنے میرے گھر آئے ہوئے ہیں اُن کو مار کر گھر سے نکال دو، اگر اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد نہ ہوتا، تو یہ کام میں خود انجام دیتا۔

اسید بن حضیر اسلحہ کے ساتھ اُن کے نزدیک پہنچا، تو اسعد نے مصعب سے کہا یہ مرد (اسید) اپنی قوم کا بزرگ ہے اُس کو اسلام کی دعوت دو، ممکن ہے وہ اسلام قبول کر لے۔

اسید اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور برا بھلا کہنے لگا اور کہا: تم اِس لئے آئے ہو، تا کہ ہمارے نادان لوگوں کو گمراہ کر سکو؟ اگر اپنی جان کی امان چاہتے ہو تو اِس گھر کو فوراً ترک کر و اور نکل جاؤ

مصعب نہایت اطمینان وشجاعت سے کہنے لگا: ہماری عرض یہ ہے کہ آپ بیٹھ جائیں اور ہمارا کلام سنیں کہ ہم کیا کہنا چاہتے ہیں. اگر ہمارا کلام آپ کو اچھا لگے تو قبول کریں اور اگر اچھا نہ لگے تو آپ اِس کی طرف توجہ نہ دیں۔

مصعب بن عمیر ایک نوجوان مبلغ اور رشید و توانا سخنور تھے، اسلام کے چند جملات بیان کیئے اور پھر قرآن مجید سے کچھ آیات کی تلاوت کیں۔ اُن آیات نے مدینہ کے اِس مرد بزرگ کو، ایسا متاثر کیا، کہ اسید فوراً مصعب سے مخاطب ہوا اور کہا "یہ نیک او زیبا سخن ہے" اِس کے بعد مصعب سے پوچھا، اگر کوئی چاہے اِس دین کو قبول کرے تو وہ کیا کرے؟

مصعب نے جواب دیا: سب سے پہلے غسل کرو، پاکیزہ لباس پہنو، اِس کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دو، اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ اسید نے اِن کاموں کو انجام دیا۔ اور اُس کے بعد سعد بن معاذ کے پاس آیا اور تمام واقعہ اُسے سنایا۔

سعد بن معاذ یہ ماجرا سنتے ہی غضبناک ہو گیا اپنی شمشیر کو نیام سے کھینچا اور مصعب کے پاس جا کر برا بھلا کہنے لگا لیکن مصعب نے وہ ہی روش اختیار کی جو اسید کے سامنے انجام دے چکے تھے

سعد بن معاذ بھی مصعب کے کلام کے آگے دل ہار بیٹھا اور اُس کے کلام کا عاشق بن گیا۔ اُس پر آیات قرآن مجید کا ایسا اثر ہوا، کہ اُسی محفل میں ایمان لے آیا۔

سعد بن معاذ ایمانی جذبات کے ساتھ وہاں سے نکلا اور اور اپنے قبیلے کو جمع کر کے اُن سے مخاطب ہوا: اے فرزندان عبدالاشہل! تمھارا عقیدہ میرے بارے میں کیا ہے؟

اُنھوں نے کہا: آپ ہمارے بزرگ ہیں، آپکی رائے، نظر، تدبیر اور پاکی ہم سب سے زیادہ اور نیک ہے۔ سعد نے کہا تو پھر اِس صورت میں جان لیں، جب تک آپ سب مرد و زن جب تک مسلمان نہ ہوں گے، تب تک مجھ سے گفتگو کا حق نہیں رکھ سکتے، ابھی دن کا سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ قبیلہ (بنی عبدالاشہل) کے تمام کے تمام مرد و زن مسلمان ہو گئے. ان سب کا، بزرگ قبیلہ اُوس سے تعلق تھا اور اس کے علاوہ قبیلہ خزرج کے برجستہ اور باثر افراد بھی مسلمان ہو گئے۔

مصعب بن عمیر جنگ بدر و احد میں شریک ہوئے اور جنگ احد میں لشکر اسلام کے علمدار تھے اور اِسی جنگ میں مقام شہادت پر فائز ہوئے، اور میدان احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ ہ کے قریب سپرد خاک ہوئے (۱)

۱۔ الاعلام، زرکلی ۲۴۸/۷؛ بہ روایت: طبقات ابن سعد ۸۲/۳؛ الاصابہ ۴۰۱/۳؛ صفۃ الصفوۃ ۵۲/۱؛ اسد الغابہ ۲۶۸/۴؛ حلیۃ الاولیاء ۱۰۶/۱؛ سیرہ ابن ہشام ۲۹۴/۲؛ نہایۃ الارب ۲۳۲؛ تاریخ پیامبر اسلام ۱۸۵؛ امتاع الاسماع ۳۵۔

معاذ بن عمرو، مرد جنگجو

معاذ بن عمرو بن جموح انصار مدینہ، خزرج کے قبیلہ بنی سلمہ سے تھے اور وہ عقبہ اور غزوہ بدر میں حاضر تھے. معاذ خود فرماتے ہیں: جنگ بدر میں جب میں ابو جہل کے نزدیک پہنچا، تو سنا کفار یہ کہہ رہے تھے: کسی میں آج مجال نہیں کہ ابوالحکم (ابو جہل کی کنیت) تک پہنچ سکے۔

اِسی وجہ سے میری کوشش تھی کہ ابو جہل تک پہنچوں اور اُس پر حملہ کروں، اور موقع ملتے ہی میں نے حملہ کر دیا اور ایسا وار کیا کہ اُسکا پاؤں نصف پنڈلی سے قطع ہو گیا اِسی حالت میں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ نے میرے بازو پر تلوار سے وار کیا کہ میرا بازو قطع ہو گیا اور شانے سے لٹکنے لگا، لیکن جنگ کی شدت نے اِس کی مہلت ہی نہیں دی کہ اپنے بازو کی فکر کروں، اور اُسی حالت میں دن کے آخری حصّے تک جنگ میں مصروف رہا اور کٹے ہوئے ہاتھ کو اپنی پشت پر ڈال دیا، جب یہ دیکھا کہ میرا کٹا ہوا ہاتھ مقابلہ کرنے میں رکاوٹ بن رہا ہے اور مجھے تکلیف پہنچا رہا ہے تو اپنے پاؤں کو اُس پر رکھا اور اتنا کھینچا کہ کٹا ہوا ہاتھ میرے تن سے جدا ہو گیا!

معاذ بن عمرو خلافت عثمان تک زندہ رہا اور ۲۵ ہجری میں وفات پائی(۱)

۱۔ سیرہ ابن ہشام ۲۸۸/۲؛ تاریخ پیامبر اسلام ۲۶۸؛ الاعلام، زرکلی ۲۵۸/۷؛ الاصابہ ۴۲۹/۳۔

یزید بن حاطب، سعادت مند نوجوان

جنگ احد میں سپاہ اسلام میں، یزید بن حاطب نامی نوجوان موجود تھا جو اس جنگ میں شدید زخمی ہو چکا تھا، کیونکہ اُسے بہت زیادہ اور کاری زخم وارد ہوئے تھے، اسلئے اُسے میدان جنگ سے قبیلہ بنی ظفر کے محلّہ میں، اپنے والد کے گھر، منتقل کر دیا گیا۔

اُسکے عزیز و اقارب عیادت کیلئے وہاں پہنچے اور جب وہ متوجہ ہوئے کہ اُس کی حالت بہت نازک ہے اور اُس کی موت کا وقت قریب ہے، تو اُس کو بہشت کا مژدہ سنایا گیا اور کہنے لگے:

خوش قسمت ہو بہشت جا رہے ہو!

مگر اُس کا والد جو کہ بنی ظفر کے منافقین میں سے تھا، اپنے نفاق کو نہ چھپا سکا اور کہنے لگا:

میرے بیٹے کو کس چیز کی بشارت دے رہے ہو، اُس بہشت کی، جو کے اسپند کے پودوں سے بھری ہوئی ہے(۱) خدا کی قسم! اِس بچے کو فریب دیا گیا اور وہ اس راہ میں اپنی جان کو قربان کر بیٹھا ہے(۲)

۱۔ حاطب نے بہشت کو اسپند سے اس لئے تشبیہ دی کیونکہ قبرستان بقیع اور مدینہ کے بیابانوں میں کثرت سے اسپند کے پودے اُگتے تھے، اس بنا پر اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اسپند کے پودوں کے تلے دفن ہوگا اور جنت کا وجود نہیں ہے۔

۲۔ سیرہ ابن ہشام ۹۳/۳؛ تاریخ پیامبر اسلام ۳۳۲۔

ایک نوجوان کی شبانہ مناجات

عبایہ بن ربعی سے نقل ہے: انصار مدینہ میں سے ایک نوجوان کی عبداللہ بن عباس کے پاس آمدورفت تھی اور ابن عباس بھی اُس کا بہت احترام کرتے تھے۔ ابن عباس سے کسی نے کہا: آپ اُس نوجوان کا احترام کرتے ہیں جو کہ بدکردار ہے کیونکہ وہ رات کے دوران قبرستان میں قبروں کو کھودتا ہے! ابن عباس نے جواب میں کہا: جب وہ قبرستان جائے تو مجھے اطلاع دینا۔

جب وہ نوجوان قبرستان پہنچا، تو ابن عباس کو اطلاع دی گئی اور عبداللہ بن عباس قبرستان پہنچ کر ایسی جگہ بیٹھ گئے جہاں سے اُس کی حرکات کا مشاہدہ کرسکے اور وہ اُسے نہ دیکھ سکے۔ وہ جوان ایک قبر میں لیٹ کر فریاد کرنے لگا:

ہائے! تنہا قبر میں لیٹا ہوں، اور زمین میرے نیچے سے بول اُٹھی ہے اور کہہ رہی ہے تو میرا اہل نہیں ہے، تجھے میں اپنی پشت پر اپنا دشمن جانتی ہوں، حیف! تو میرے دل میں آ گیا ہے۔ ہائے! انبیاءؑ کو دیکھتا ہوں کہ سب کے سب کھڑے ہوئے ہیں اور فرشتے صفوں میں ہیں! کون

ہے جو مجھے روز قیامت اللہ تعالیٰ کے عدل سے نجات دلائے ، اور عذاب دینے والوں کے ہاتھوں سے آزاد کرائے ۔دوزخ کے شکنجوں اور عذاب سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے اُسکی نافرمانی کی ہے کہ جس کی نافرمانی نہیں کرنا تھی۔جب بھی میں نے اپنے پروردگار سے عہد و پیماں کیا،تو بے وفائی کے سبب اُسے توڑ دیا !

وہ اِن کلمات کو آہ وزاری کے ساتھ بار بار تکرار کررہا اور جب وہ قبر سے باہر آیا تو ابن عباس نے خود کو اُس تک پہنچایا اور اپنے سینے سے لگالیا! اور اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا : کتنے اچھے گورکن ہو! اور کیا خوبی سے اپنے گناہوں کو قبر سے باہر لے آئے ہو!(۱)

۱۔ امالی شیخ صدوق،مجلس۵۳ حدیث۱۱؛ بحارالانوار۱۳۱/۶ حدیث۲۴۔

کتاب نامہ

آمدی، سیف الدین، غایۃ المرام، تحقیق حسن محمد و عبداللطیف، قاہرہ۔۱۳۹۱ھ۔

آیتی، محمد ابراہیم، تاریخ پیامبر اسلام، تہران، دانشگاہ،۱۳۶۲ش۔

آیتی، محمد ابراہیم، سرمایہ سخن، نگارش سبزواری، تہران، شرکت کتب ایران، ۱۳۳۹ش۔

ابن ابی الحدید، عبدالحمید، شرح نہج البلاغہ، تحقیق، محمد ابوالفضل ابراہیم، مصر، داراحیاء الکتب العربیہ،۱۳۷۸ھ۔

ابن اثیر، عزالدین، الکامل فی التاریخ، بیروت، داراحیاء التراث العربی، تاریخ نشر معلوم نہیں

ابن جوزی، عبدالرحمٰن، تذکرۃ الخواص، بیروت، موسسۃ اہل البیت، ۱۴۰۱ھ۔

ابن جوزی، عبدالرحمٰن، صفۃ الصفوۃ، بیروت، دارالمعرفہ،۱۴۰۶ھ۔

ابن حجر، احمد، تہذیب التہذیب، بیروت، دارالکتب العلمیہ،۱۴۱۵ھ۔

ابن حزم، علی، جمہرۃ انساب العرب، بیروت، دارالکتب العلمیہ،۱۴۰۳ھ۔

ابن حنبل، احمد، المسند، بیروت، داراحیاء التراث العربی،۱۴۱۲ھ

ابن سعد، محمد، الطبقات الکبری، بیروت، دار صادر، ۱۳۸۰ھ۔

ابن سید، محمد، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، تحقیق محی الدین مستو، مدینہ، دار التراث۔ ۱۴۱۳ھ

ابن صباغ، علی، الفصول المہمہ، نجف، العدل، تاریخ نشر معلوم نہیں

ابن عساکر، محمد، مختصر تاریخ دمشق، بیروت دار الفکر، ۱۴۰۴ھ۔

ابن کثیر، ابوالفداء، البدایۃ والنہایہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۸ھ۔

ابن کثیر، اسماعیل، السیرۃ النبویہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۸۳ھ۔

ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، تاریخ نشر معلوم نہیں

ابونعیم، احمد، حلیۃ الاولیاء، بیروت، دار الکتب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

امین، محسن، اعیان الشیعہ، بیروت، دار التعارف للمطبوعات، ۱۴۰۳ھ۔

امینی، عبدالحسین، الغدیر، بیروت، دار الکتب العربی، ۱۳۸۷ھ

بغدادی، احمد بن علی، تاریخ بغداد، مصر، مکتبہ خانجی، ۱۳۴۹ھ

بغدادی، محمد، المحبّر، بیروت، دار الآفاق، تاریخ نشر معلوم نہیں۔

بلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، تحقیق، بہبودی، بیروت، اعلمی للمطبوعات، ۱۳۹۴ھ

تستری، محمد تقی، قاموس الرجال، تہران، مرکز نشر الکتاب، ۱۳۰۹ھ

حاکم نیشابوری، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دار المعرفہ، ۱۴۰۹ھ۔

حسینی، علی خان، الدرجات الرفیعہ فی طبقات الشیعہ، قم، بصیرتی، ۱۳۹۷ھ

حلبی، علی، السیرۃ الحلبیہ (انسان العیون......) بیروت، دار احیاء التراث العربی، تاریخ نشر

معلوم نہیں۔

حموی، یاقوت، معجم البلدان، بیروت، دار صادر، تاریخ نشر معلوم نہیں۔

دیار بکری، تاریخ الخمیس، مصر، ۱۳۸۲ھ۔

ذہبی، محمد، تاریخ الاسلام، تحقیق، تدمری، دار الکتاب العربی، ۱۴۱۲ھ

زرکلی، خیر الدین، الاعلام، بیروت، دار الملایین، ۱۹۸۹ م۔

سہیلی، عبد الرحمٰن، الروض الانف، قاہرہ، تاریخ نشر معلوم نہیں۔

شوشتری۔ قاضی نور اللہ، احقاق الحق، ج اول، قم، مکتبۃ آیۃ اللہ مرعشی، ۱۴۰۸ھ۔

صدوق، محمد بن علی، الامالی، مترجم، کمرہ ای، تہران، اسلامیہ، ۱۴۰۴ھ۔

صدوق، محمد بن علی، الخصال، ترجمہ فہری زنجانی، شیراز، علمیہ اسلامیہ، تاریخ نشر معلوم نہیں۔

صدوق، محمد، علل الشرائع، نجف، المکتبۃ الحیدریہ، ۱۳۸۵ھ۔

صدوق، محمد، عیون اخبار الرضا، مشہد، ۱۳۶۳ش۔

صدوق، محمد، کمال الدین وتمام النعمہ، قم، صدوق، ۱۴۰۵ھ۔

طبرسی، حسن، مکارم الاخلاق، ترجمہ میر باقری، فراہانی، ۱۳۶۵ش۔

طبرسی، فضل بن حسن، اعلام الوری، تہران، المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیہ، ۱۳۳۸ھ۔

طبرسی، فضل بن حسن، الاحتجاج، تحقیق، محمد باقر موسوی، مشہد، نشر مرتضی، ۱۴۰۳ھ۔

طبرسی، فضل بن حسن۔ مجمع البیان، قم، مکتبۃ المرعشی، ۱۴۰۳ھ۔

طبری، محمد بن جریر، تاریخ طبری، (الامم والملوک) بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ۔

طوسی، محمد، رجال طوسی، نجف، حیدریہ، ۱۳۸۰ھ

عاملی، جعفر مرتضی، الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، قم، ۱۴۰۰ھ۔

عسقلانی، ابن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، مصر مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۲۸ھ

فرات، تفسیر فرات، نجف، حیدریہ، تاریخ نشر معلوم نہیں۔

فیروز آبادی، فضائل الخمسہ من الصحاح الستۃ، تہران، دار الکتب اسلامیہ، ۱۳۹۲ھ۔

قرآن الکریم،

قمی، علی، تفسیر القمی، تحقیق جزائری، قم، موسسۃ دار الکتب ۱۳۸۷ھ

قمی، شیخ عباس، سفینۃ البحار، تہران، کتاب خانہ سنائی، تاریخ نشر معلوم نہیں۔

کاشانی، فیض، تفسیر الصافی، مشہد، دار المرتضویہ، ۱۳۹۹ھ۔

کاندھلوی، حیاۃ الصحابہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ۔

کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۶۲ھ۔

گنجی، محمد، کفایۃ الطالب، تحقیق امینی، تہران، دار احیاء التراث لاہل البیت ۱۳۶۲ھ۔

گوستاولبون، تمدن اسلام وعرب، سید ہاشم، تہران، اسلامیہ ۱۳۵۸ش۔

مامقانی، عبداللہ، تنقیح المقال، نجف، مرتضویہ، ۱۳۵۰ش۔

متقی ہندی، کنز العمال، بیروت، الرسالہ، ۱۳۰۵ھ۔

مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، بیروت، مؤسسۃ الوفاء، ۱۴۰۳ھ۔

محلاتی، سید ہاشم، زندگانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہران، علمیہ اسلامیہ ۱۳۶۳ش

مسعودی، علی بن حسین، التنبیہ والاشراف، بیروت، دار صعب، تاریخ نشر معلوم نہیں۔

مسعودی، علی، مروج الذہب، قم، دار الھجرۃ، ۱۴۰۴ھ۔

مفید، محمد بن نعمان، الارشاد، ترجمہ رسولی محلاتی، تہران، انتشارات تہران، انتشارات علمیہ اسلامیہ، تاریخ نشر معلوم نہیں۔

مقریزی، احمد بن علی۔ امتاع الاسماع، قاہرہ، ۱۹۴۱۔

یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، قم، مؤسسہ نشر فرہنگ اہل بیت، افست، بیروت، تاریخ نشر معلوم نہیں۔